تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت قاطع نجدیت مفسر قرآن مبلغ اسلام

حضرت علامہ حضور باباجی پیر ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 17

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ________ تفسیر نورُ القرآن (پارہ نمبر 17)

مصنف ________ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ ________ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ ________ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ ________ حافظ محمد غلام رسول فریدی

طباعت ________ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت ________ اکتوبر 2011ء

ناشر ________ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685,4466985

فہرست مضامین (پارہ نمبر 17)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	**سورۃ الانبیاء**	۲۱		۲۸
۲	لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا	۲۱	۱	۲۹
۳	کفار رب کی نصیحت کو کھیل کود کے مشغلہ میں سنتے ہیں	۲۱	۲	۲۹
۴	ظالموں نے کہا یہ نبی تو ہماری ہی طرح بشر ہے	۲۱	۳	۲۹
۵	اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر بات کو خوب جانتا ہے	۲۱	۴	۳۱
۶	کفار نے کہا قرآن تو پریشان خوابوں کا بیان ہے	۲۱	۵	۳۱
۷	حضور ﷺ سے بھی کفار کا پہلی اُمتوں کی طرح معجزات کا مطالبہ	۲۱	۶	۳۱
۸	اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مَردوں کو ہی نبی بنایا	۲۱	۷	۳۱
۹	اللہ کے رسول انسان کی طرح ہی کھاتے پیتے ہیں	۲۱	۸	۳۲
۱۰	اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیتا ہے	۲۱	۹	۳۳
۱۱	قرآن مقدس نصیحت آموز کتاب ہے	۲۱	۱۰	۳۳
۱۲	اللہ تعالیٰ ظالموں کی بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے	۲۱	۱۱	۳۳
۱۳	کفار عذاب کو دیکھ کر بھاگنے لگے	۲۱	۱۲	۳۳
۱۴	کفار کا عذاب کے ڈر سے بھاگنے پر جواب	۲۱	۱۳	۳۴
۱۵	کفار نے کہا ہائے افسوس ہم تو ظالم تھے	۲۱	۱۴	۳۴
۱۶	اللہ نے کفار کو کٹی ہوئی فصل اور بجھی ہوئی آگ کی طرح کر دیا	۲۱	۱۵	۳۵

نمبرشمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی چیزوں کو کھیل کود کیلئے نہیں بنایا	۲۱	۱۶	۳۵
۱۸	ان کو بنانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کوئی بہلاوا نہیں ہے	۲۱	۱۷	۳۵
۱۹	اللہ تعالیٰ حق کے ذریعے باطل کو کچل دیتا ہے	۲۱	۱۸	۳۶
۲۰	فرشتے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی عبادت سے تھکتے ہیں	۲۱	۱۹	۳۶
۲۱	وہ بغیر سُستی کے رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں	۲۱	۲۰	۳۶
۲۲	کیا مشرکین معبودوں (بتوں) کو زندہ کر سکتے ہیں؟	۲۱	۲۱	۳۸
۲۳	اگر دنیا میں کوئی دوسرا خدا ہوتا تو یہ نظام درہم برہم ہو جاتا	۲۱	۲۲	۳۸
۲۴	اللہ وہی ہے جس سے اُس کے کاموں کی کوئی باز پرس نہ ہو	۲۱	۲۳	۳۸
۲۵	قرآن مقدس میں موجودہ اور پہلے لوگوں کا ذکر موجود ہے	۲۱	۲۴	۳۸
۲۶	اللہ نے رسولوں کو یہی وحی فرمائی کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں	۲۱	۲۵	۴۰
۲۷	کفار نے اللہ پر الزام لگایا کہ اُس کی اولاد ہے	۲۱	۲۶	۴۰
۲۸	اللہ کے بندے اُسی کے حکموں پر عمل پیرا ہوتے ہیں	۲۱	۲۷	۴۰
۲۹	اللہ کے بندے اُسی کی شفاعت کریں گے جس سے اللہ راضی ہو	۲۱	۲۸	۴۱
۳۰	خدائی کا دعویٰ کرنے والے جہنم میں جائیں گے	۲۱	۲۹	۴۱
۳۱	کیا کفار زمین وآسمان کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے	۲۱	۳۰	۴۲
۳۲	اللہ نے زمین کو لرزنے سے روکنے کیلئے پہاڑ بنا دیئے	۲۱	۳۱	۴۲
۳۳	پہاڑوں میں لوگوں کی راہنمائی کیلئے راستے بنا دیئے	۲۱	۳۱	۴۲
۳۴	اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا	۲۱	۳۲	۴۴

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۴۴	۳۳	۲۱	اللہ تعالیٰ نے رات دن اور سورج چاند کو پیدا کیا	۳۵
۴۴	۳۴	۲۱	دنیا میں کوئی انسان باقی رہنے والا نہ ہے	۳۶
۴۵	۳۵	۲۱	ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے	۳۷
۴۵	۳۵	۲۱	اللہ تعالیٰ انسانوں کو اچھی اور بری حالت دے کر آزماتا ہے	۳۸
۴۶	۳۶	۲۱	کفار حضور ﷺ کو دیکھ کر اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں	۳۹
۴۶	۳۷	۲۱	انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے	۴۰
۴۷	۳۸	۲۱	کفار قیامت کے آنے میں جلدی کر رہے ہیں	۴۱
۴۸	۳۹	۲۱	کاش کفار اسوقت کو جانیں جب اُن سے عذاب نہ ہٹایا جائیگا	۴۲
۴۸	۴۰	۲۱	عذاب کی آگ اُن پر اچانک آجائے گی	۴۳
۴۸	۴۱	۲۱	نبیوں کا مذاق اُڑانے والوں کو عذاب گھیر لیتا ہے	۴۴
۴۹	۴۲	۲۱	اللہ کے عذاب سے اُن کو کون بچانے والا ہے؟	۴۵
۵۰	۴۳	۲۱	کیا کفار کے پاس کوئی معبود ہے جو اللہ کے عذاب سے چھڑا لے؟	۴۶
۵۰	۴۴	۲۱	اللہ نے کفار کے آباؤ اجداد کو دنیا کی زندگی میں بہت نفع دیا	۴۷
۵۱	۴۵	۲۱	حضور ﷺ تو صرف اللہ کی وحی سے ڈراتے ہیں	۴۸
۵۱	۴۶	۲۱	اگر منکرین کو تھوڑا سا عذاب بھی آجائے تو پھر وہ پچھتائیں گے	۴۹
۵۱	۴۷	۲۱	قیامت کے دن ہر کسی کو پورا پورا عدل ملے گا	۵۰
۵۳	۴۸	۲۱	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو تورات دیئے جانے کا ذکر	۵۱
۵۳	۴۹	۲۱	متقین بن دیکھے رب سے ڈرتے ہیں	۵۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	کیا تم برکت والے ذکر کا انکار کرتے ہو؟	۲۱	۵۰	۵۳
۵۴	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت عطا فرمانے کا ذکر	۲۱	۵۱	۵۵
۵۵	سیدنا ابراہیمؑ نے قوم کو مورتیوں کی پوجا سے روکا	۲۱	۵۲	۵۵
۵۶	قوم نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا	۲۱	۵۳	۵۵
۵۷	ابراہیمؑ نے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے	۲۱	۵۴	۵۵
۵۸	قوم نے کہا آپ مذاق کر رہے ہیں یا واقعتاً صحیح کہہ رہے ہیں	۲۱	۵۵	۵۵
۵۹	سیدنا ابراہیمؑ نے کہا تمہارا رب وہی ہے جس نے زمین و آسمان بنائے	۲۱	۵۶	۵۵
۶۰	سیدنا ابراہیمؑ نے کہا میں تمہارے بتوں کے ساتھ تدبیر کرونگا	۲۱	۵۷	۵۷
۶۱	آپ نے بڑے بت کے علاوہ سارے توڑ دیئے	۲۱	۵۸	۵۷
۶۲	قوم نے کہا جس نے ہمارے بتوں کیساتھ ایسا کیا وہ ظالم ہے	۲۱	۵۹	۵۷
۶۳	لوگوں نے کہا ہم نے ابراہیم کو انکی باتیں کرتے سنا تھا	۲۱	۶۰	۵۷
۶۴	انہوں نے کہا (ابراہیمؑ کو) ہمارے سامنے لاؤ	۲۱	۶۱	۵۸
۶۵	قوم نے کہا ابراہیم! کیا تو نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے؟	۲۱	۶۲	۵۸
۶۶	آپ نے فرمایا، بڑے سے پوچھو یہ اس کا کام لگتا ہے	۲۱	۶۳	۵۹
۶۷	وہ سمجھ گئے کہ یہ کام سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہی کیا ہے	۲۱	۶۴	۵۹
۶۸	وہ شرمندہ اور لاجواب ہو گئے کہ یہ تو بولنے کے قابل ہی نہیں	۲۱	۶۵	۵۹
۶۹	آپ نے فرمایا تم انکو پوجتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک ہی نہیں	۲۱	۶۶	۶۱
۷۰	افسوس کہ تم اللہ کو چھوڑ کر انکو پوجتے ہو	۲۱	۶۷	۶۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا فیصلہ کرلیا	۲۱	۶۸	۶۱
۷۲	اللہ تعالیٰ نے آگ کو آپ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی کردیا	۲۱	۶۹	۶۱
۷۳	اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو مشرکین کی چال سے بچالیا	۲۱	۷۰	۶۱
۷۴	اللہ تعالیٰ نے آپکو اور سیدنا لوطؑ کو برکت والی جگہ پر بھیج دیا	۲۱	۷۱	۶۳
۷۵	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا فرمانے کا ذکر	۲۱	۷۲	۶۳
۷۶	آلِ ابراہیم سب اللہ کے عبادت گزار تھے	۲۱	۷۳	۶۳
۷۷	سیدنا لوط علیہ السلام کو نبوت وعلم عطا فرمانے کا ذکر	۲۱	۷۴	۶۵
۷۸	اللہ نے سیدنا لوطؑ کو اپنی رحمت میں شامل کرلیا	۲۱	۷۵	۶۵
۷۹	سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ذکر	۲۱	۷۶	۶۶
۸۰	اللہ نے آپ کی برے لوگوں کے مقابلہ میں مدد فرمائی	۲۱	۷۷	۶۶
۸۱	سیدنا داؤد وسلیمان (علیہما السلام) کے ایک فیصلے کا تذکرہ	۲۱	۷۸	۶۷
۸۲	اللہ تعالیٰ نے صحیح فیصلہ سیدنا سلمانؑ کو سمجھا دیا	۲۱	۷۹	۶۷
۸۳	اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو سیدنا داؤدؑ کے تابع کردیا	۲۱	۷۹	۶۷
۸۴	اللہ نے سیدنا داؤدؑ کو زرہ بنانے کا علم سکھایا	۲۱	۸۰	۶۹
۸۵	تیز ہوا کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا	۲۱	۸۱	۶۹
۸۶	جنات بھی ان کے تابع تھے جو اُن کے کام کرتے تھے	۲۱	۸۲	۶۹
۸۷	سیدنا ایوب علیہ السلام کی تکلیف کا ذکر	۲۱	۸۳	۷۱
۸۸	پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکلیف کو دور فرمادیا	۲۱	۸۴	۷۱

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۷۱	۸۵	۲۱	اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ یہ سب صبر کرنے والے تھے	۸۹
۷۱	۸۶	۲۱	ان سب انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں داخل فرمالیا	۹۰
۷۴	۸۷	۲۱	سیدنا یونسؑ کا اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکلنے کا ذکر	۹۱
۷۴	۸۸	۲۱	اللہ تعالیٰ نے قومِ یونسؑ کی پکار کو سن لیا اور نجات دیدی	۹۲
۷۶	۸۹	۲۱	سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر	۹۳
۷۶	۹۰	۲۱	سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی بشارت اور انکی بیوی کی تندرستی کا ذکر	۹۴
۷۸	۹۱	۲۱	سیدنا عیسیٰ و مریم علیہما السلام کو جہان کیلئے نشانی قرار دیا گیا	۹۵
۷۸	۹۲	۲۱	ملت کو ایک اللہ کی ہی عبادت کرنے کا حکم	۹۶
۷۸	۹۳	۲۱	اہل کتاب نے اپنے دین میں فرقے بنالئے	۹۷
۷۸	۹۴	۲۱	مومن کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا	۹۸
۸۰	۹۵	۲۱	ہلاک شدہ قوم کا لوٹ کر آنا محال ہے	۹۹
۸۰	۹۶	۲۱	یاجوج ماجوج کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا ذکر	۱۰۰
۸۰	۹۷	۲۱	قیامت کو کفار کہیں گے کہ ہم تو غفلت میں تھے	۱۰۱
۸۱	۹۸	۲۱	مشرکین اور اُنکے معبودانِ باطل جہنم کا ایندھن ہیں	۱۰۲
۸۱	۹۹	۲۱	اگر وہ سچے معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ ڈالے جاتے	۱۰۳
۸۱	۱۰۰	۲۱	یہ سب جہنم میں چیخ و پکار کریں گے	۱۰۴
۸۲	۱۰۱	۲۱	نیک اور صالح لوگ جہنم سے دور رکھے جائیں گے	۱۰۵
۸۲	۱۰۲	۲۱	وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے بلکہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے	۱۰۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	فرشتے صالحین کا استقبال کریں گے	۲۱	۱۰۳	۸۳
۱۰۸	قیامت کو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو کاغذ کی طرح لپیٹ دے گا	۲۱	۱۰۴	۸۳
۱۰۹	زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہیں	۲۱	۱۰۵	۸۳
۱۱۰	قرآن مقدس میں عبادت گزاروں کیلئے عظیم پیغام ہے	۲۱	۱۰۶	۸۳
۱۱۱	اللہ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا	۲۱	۱۰۷	۸۵
۱۱۲	معبود حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے	۲۱	۱۰۸	۸۵
۱۱۳	اگر کفار منہ پھیر لیں تو فرما دو میں نے تو تمہیں خبردار کر دیا ہے	۲۱	۱۰۹	۸۵
۱۱۴	اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سبھی باتوں کو جانتا ہے	۲۱	۱۱۰	۸۸
۱۱۵	شائد عذاب میں تاخیر کفار کے لئے ایک آزمائش ہو	۲۱	۱۱۱	۸۸
۱۱۶	حضور ﷺ نے عرض کی یارب! تو حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے	۲۱	۱۱۲	۸۸
۱۱۷	**سورۃ الحج**	۲۲		۹۰
۱۱۸	لوگو! اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے	۲۲	۱	۹۱
۱۱۹	اللہ کے عذاب کے ڈر سے ماں اپنے بچے کو بھول جائے گی	۲۲	۲	۹۱
۱۲۰	حاملہ اپنا حمل گرادے گی	۲۲	۲	۹۱
۱۲۱	لوگ ایسے لگیں گے جیسے نشہ میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے	۲۲	۲	۹۱
۱۲۲	کچھ لوگ شیطان کی پیروی میں اللہ کے متعلق جھگڑتے ہیں	۲۲	۳	۹۲
۱۲۳	جو شیطان کا دوست ہوگا اُسے وہ گمراہ کردے گا	۲۲	۴	۹۲
۱۲۴	بچے کی پیدائش کے تمام مراحل کا تفصیل سے ذکر	۲۲	۵	۹۴

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	اللہ ہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے وہ ہر شے پر قادر ہے	۲۲	۶	۹۴
۱۲۶	قیامت کے دن اللہ مُردوں کو زندہ کر کے اُٹھائے گا	۲۲	۷	۹۶
۱۲۷	کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارہ میں بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں	۲۲	۸	۹۶
۱۲۸	اللہ کی راہ سے روکنے والے کیلئے دنیا میں رسوائی آخرت میں عذاب	۲۲	۹	۹۶
۱۲۹	یہ سزا اُسے اپنے کئے کی ملے گی، اللہ کی طرف سے ظلم نہ ہوگا	۲۲	۱۰	۹۷
۱۳۰	آزمائش پہنچنے پر دین سے منہ موڑنے والا خسارے میں ہے	۲۲	۱۱	۹۸
۱۳۱	اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا انتہائی گمراہی ہے	۲۲	۱۲	۹۸
۱۳۲	معبودانِ باطل کا نقصان بہت زیادہ قریب ہے	۲۲	۱۳	۹۸
۱۳۳	اللہ تعالیٰ صالح مومنین کو جنت میں داخل فرمائے گا	۲۲	۱۴	۱۰۰
۱۳۴	جو شخص یہ نہیں مانتا کہ اللہ اپنے محبوب کی مدد کرے گا وہ پھانسی لے لے اور اپنا غصہ دور کر لے	۲۲	۱۵	۱۰۰
۱۳۵	اللہ نے قرآن کو دلیلوں کے ساتھ نازل فرمایا ہے	۲۲	۱۶	۱۰۰
۱۳۶	اللہ قیامت کے دن تمام مذاہب کے درمیان فیصلہ کر دے گا	۲۲	۱۷	۱۰۲
۱۳۷	سورج چاند پہاڑ درخت زمین و آسمان سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں	۲۲	۱۸	۱۰۲
۱۳۸	کفار کے عذاب کی صورتیں	۲۲	۱۹	۱۰۴
۱۳۹	جہنم کی آگ سے ان کی کھالیں بھی گل جائیں گی	۲۲	۲۰	۱۰۴
۱۴۰	کفار کو لوہے کی گرز سے مارا جائے گا	۲۲	۲۱	۱۰۴
۱۴۱	وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو پھر ڈال دئے جائیں گے	۲۲	۲۲	۱۰۴

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۰۶	۲۳	۲۲	جنتیوں کی اعلیٰ نعمتوں کا ذکر	۱۴۲
۱۰۶	۲۴	۲۲	جنتیوں کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائے گی	۱۴۳
۱۰۶	۲۵	۲۲	جو اللہ کے راستہ سے روکے گا اس کیلئے دردناک عذاب ہے	۱۴۴
۱۰۸	۲۶	۲۲	سیدنا ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی تعمیر اور اُسے پاک رکھنے کا حکم	۱۴۵
۱۰۸	۲۷	۲۲	سیدنا ابراہیمؑ کو بلند آواز سے حج کا اعلان کرنے کا حکم	۱۴۶
۱۰۸	۲۸	۲۲	قربانی کے جانور کا گوشت خود بھی کھاؤ اور فقیروں کو بھی دو	۱۴۷
۱۱۰	۲۹	۲۲	صاف ستھرے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرو	۱۴۸
۱۱۰	۳۰	۲۲	جھوٹی باتوں اور بتوں کی نجاست سے پرہیز کرو	۱۴۹
۱۱۱	۳۱	۲۲	اللہ کا شریک بنانے والے کی ایک مثال سے وضاحت	۱۵۰
۱۱۲	۳۲	۲۲	متقی ہی اللہ کی نشانیوں کا احترام کرتا ہے	۱۵۱
۱۱۲	۳۳	۲۲	حج کے موقع پر قربانی کے جانوروں میں فائدے ہیں	۱۵۲
۱۱۳	۳۴	۲۲	اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کیلئے ایک قربانی مقرر کی ہے	۱۵۳
۱۱۳	۳۵	۲۲	صالحین کی اچھی خصلتوں کا ذکر	۱۵۴
۱۱۵	۳۶	۲۲	قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرنے کا طریقہ	۱۵۵
۱۱۵	۳۷	۲۲	قربانی کے جانور کا خون اور گوشت اللہ کے پاس نہیں پہنچتا	۱۵۶
۱۱۵	۳۷	۲۲	بلکہ اللہ کی بارگاہ میں تو دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے	۱۵۷
۱۱۶	۳۸	۲۲	اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا	۱۵۸
۱۱۷	۳۹	۲۲	جن کے ساتھ ظلماً قتال کیا گیا اُنہیں لڑنے کی اجازت ہے	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	جواللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے	۲۲	۴۰	۱۱۷
۱۶۱	اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داریاں	۲۲	۴۱	۱۱۹
۱۶۲	محبوب! علیہ السلام کفار نے تو آپ سے پہلے انبیاء کو بھی جھٹلایا ہے	۲۲	۴۲	۱۱۹
۱۶۳	قوم ابراہیم اور قوم لوط نے بھی جھٹلایا	۲۲	۴۳	۱۱۹
۱۶۴	مدین والوں اور قوم موسیٰ نے بھی جھٹلایا	۲۲	۴۴	۱۱۹
۱۶۵	اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مہلت دینے کے بعد عذاب میں ڈال دیا	۲۲	۴۴	۱۱۹
۱۶۶	اللہ نے ظالموں کی کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا	۲۲	۴۵	۱۲۱
۱۶۷	انکی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں	۲۲	۴۶	۱۲۱
۱۶۸	کفار کی گنتی کے ہزار دن اللہ کے ایک دن کی مثل ہیں	۲۲	۴۷	۱۲۲
۱۶۹	اللہ نے ظالموں کی بہت سے بستیوں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا	۲۲	۴۸	۱۲۲
۱۷۰	محبوب! آپ کہہ دیں میں تو تمہیں عذاب سے ڈرانے والا ہوں	۲۲	۴۹	۱۲۲
۱۷۱	صالح مومنوں کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے	۲۲	۵۰	۱۲۴
۱۷۲	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے دوزخی ہیں	۲۲	۵۱	۱۲۴
۱۷۳	اللہ ہی شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو زائل کرتا ہے	۲۲	۵۲	۱۲۴
۱۷۴	شیطان کے شبہات بیمار دل والوں کیلئے آزمائش ہیں	۲۲	۵۳	۱۲۷
۱۷۵	اللہ ایمان والوں کو ضرور صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے	۲۲	۵۴	۱۲۷
۱۷۶	کفار کے دلوں میں ہمیشہ قرآن کے متعلق شک ہی رہے گا	۲۲	۵۵	۱۲۸
۱۷۷	ایماندار صالح لوگ نعمت والی جنتوں میں ہونگے	۲۲	۵۶	۱۲۸

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۲۸	۵۷	۲۲	اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں کیلئے ذلت والا عذاب ہے	۱۷۸
۱۲۹	۵۸	۲۲	مہاجرین شہید ہو جائیں یا فوت ہو جائیں، اللہ بہتر رزق دیگا	۱۷۹
۱۲۹	۵۹	۲۲	یقیناً اللہ اُنہیں پسندیدہ جگہ میں داخل فرمائے گا	۱۸۰
۱۲۹	۶۰	۲۲	جس نے بدلہ لینے میں زیادتی کی تو مظلوم کی اللہ مدد فرمائیگا	۱۸۱
۱۳۱	۶۱	۲۲	اللہ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے	۱۸۲
۱۳۱	۶۲	۲۲	اللہ ہی حق ہے جبکہ مشرکین اور ان کے معبود باطل ہیں	۱۸۳
۱۳۱	۶۳	۲۲	اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور زمین سرسبز ہوگئی	۱۸۴
۱۳۱	۶۴	۲۲	زمین وآسمان کی ہر شے اللہ کی ملکیت میں ہے	۱۸۵
۱۳۲	۶۵	۲۲	اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر شے انسان کے نفع کیلئے مسخر کردی	۱۸۶
۱۳۲	۶۶	۲۲	اللہ ہی زندگی اور موت دینے والا ہے	۱۸۷
۱۳۲	۶۶	۲۲	بے شک انسان تو بہت ناشکرا ہے	۱۸۸
۱۳۴	۶۷	۲۲	اللہ نے ہر اُمت کیلئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے	۱۸۹
۱۳۴	۶۸	۲۲	اللہ عبادت کے معاملات میں جھگڑنے والوں کو خوب جانتا ہے	۱۹۰
۱۳۴	۶۹	۲۲	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہاری اختلافی باتوں میں فیصلہ کر دیگا	۱۹۱
۱۳۴	۷۰	۲۲	اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین وآسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے	۱۹۲
۱۳۶	۷۱	۲۲	یہ اللہ کے سوا انکی عبادت کرتے ہیں جنکے معبود ہونیکی کوئی دلیل نہیں	۱۹۳
۱۳۶	۷۲	۲۲	اللہ کی آیات کی تلاوت کفار کو ناگوار گزرتی ہے	۱۹۴
۱۳۸	۷۳	۲۲	کفار کے معبودانِ باطل تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے	۱۹۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۶	انہوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسے پہچاننے کا حق تھا	۲۲	۷۴	۱۳۸
۱۹۷	اللہ اپنا پیغام پہنچانے کیلئے جس کو چاہے منتخب فرمالیتا ہے	۲۲	۷۵	۱۳۸
۱۹۸	اللہ تعالیٰ اُن کے اگلے اور پچھلے معاملات کو جانتا ہے	۲۲	۷۶	۱۳۸
۱۹۹	ایمان والوں کو نماز، عبادت اور نیکی کے کام کرنے کا حکم	۲۲	۷۷	۱۳۹
۲۰۰	اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۱	اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۲	اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑلو وہی تمہارا مالک ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۳	**پارہ نمبر18**			۱۴۳
۲۰۴	**سورۃ المومنون**	۲۳		۱۴۳
۲۰۵	بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے	۲۳	۱	۱۴۴
۲۰۶	جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں	۲۳	۲	۱۴۴
۲۰۷	اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں	۲۳	۳	۱۴۴
۲۰۸	اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں	۲۳	۴	۱۴۴
۲۰۹	اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں	۲۳	۵	۱۴۴
۲۱۰	اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں کوئی ملامت نہیں	۲۳	۶	۱۴۴
۲۱۱	ان کے علاوہ غیر عورتوں کے پاس جانیوالے تجاوز کرنیوالے ہیں	۲۳	۷	۱۴۵
۲۱۲	اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں	۲۳	۸	۱۴۵
۲۱۳	اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں	۲۳	۹	۱۴۷

سورۃ الانبیاء

یہ سورۂ پاک مکی ہے اس میں سات رکوع ہیں اور ایک سو بارہ آیات، چونکہ اس سورۂ پاک میں بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر آتا ہے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام ''سورۃ الانبیاء'' رکھا گیا۔اس سورت کی فضیلت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ملتی ہے آپ فرماتے ہیں میں سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورۂ طٰہٰ، سورۂ انبیاء یہ چاروں سورتیں نزول کے اعتبار سے ابتدائی سورتیں اور میری قدیم دولت اور کمائی ہیں جن کی ہمیشہ حفاظت کرتا ہوں۔(قرطبی)

اس سورۂ پاک کے اہم مضامین میں توحید باری کے ثبوت میں دلائل فرمائے گئے، فرشتوں کے بارہ میں جن لوگوں کے غلط نظریات تھے ان کی تردید فرمائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے فرشتے اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہیں جو اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں، آخرت کے بارہ میں مشرکین کے شکوک کا رد فرمایا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر ان کی عظمت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔سورہ کے آخری حصہ میں نیکی سچائی، اِخلاص سے زندگی گزارنے والوں کی کامیابی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔سورۂ پاک کی آخری آیات مبارکہ میں قرآن مقدس اور حضور ﷺ کی عظمت و شان کا ذکر موجود ہے اور فرمایا گیا ہے قرآن مقدس ہی وہ کتاب ہے جس میں کامیابی حاصل کرنے کے قواعد و ضوابط موجود ہیں۔حضور ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت فرمایا گیا۔

سورۂ طٰہٰ کے آخر میں قیامت کے آنے اور عذاب کے انتظار کا ذکر ہے۔اس سورۃ کے شروع میں حساب اور آخرت کا ذکر ہے اس سورۂ پاک کے آخر میں ایمانداروں کی عظمت کا اس طرح ذکر ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن خوفزدہ نہیں ہونگے۔فرشتے استقبال کریں گے اور کفار و مشرکین کو ان کے بتوں سمیت دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔کفار و مشرکین کے اس نظریہ کی تردید ہے کہ قیامت نہیں ہوگی، حساب و کتاب کا کوئی مسئلہ نہیں۔کفار کی ایک اور غلط فہمی کا رد کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو جھوٹا کہنے کے باوجود عذاب نہیں آرہا لہٰذا انہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن نجات اور کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی جائے جو لوگ اس دین کو قبول کریں گے نجات پائیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ الانبیاء ۲۱ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیاتہا ۱۱۲

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ
فِىۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ ۝۱ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ
مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا
اسۡتَمَعُوۡهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ۙ ۝۲ لَاهِيَةً
قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجۡوَى ۖۗ الَّذِيۡنَ
ظَلَمُوۡا ۖۗ هَلۡ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۚ
اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ۝۳

لوگوں کیلئے اُن کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں (۱) اُن کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو کھیل کود کے مشغلہ میں ہی سنتے ہیں (۲) ان کے دل کھیل کود میں ہیں اور ظالموں نے آپس میں سرگوشی کی کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے تم جانتے ہوئے جادو کی طرف جا رہے ہو (۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں غافل لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیا کی خواہشات میں مشغول ہو کر حساب کے دن کو نہ بھلائیں کیونکہ اس کو بھلا دینا ہی ساری خرابیوں اور گناہوں کی بنیاد ہے اس میں واضح کیا گیا ہے کہ حساب کا وقت قریب آ گیا ہے جب اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ قیامت کا دن ہے عام حساب مراد لیا جائے تو قبر کا حساب بھی اس میں شامل ہے جو موت کے بعد فوراً ہوتا ہے ہر شخص کی موت اس کی قیامت ہے اس معنیٰ کے لحاظ سے تو حساب کا وقت قریب ہی ہے۔ محبوب کریم (ﷺ) انہیں جگا دیں اور ہوش میں لائیں کہ غفلت کی پٹی اُتار دیں اور اپنی نجات کیلئے بروقت سامان کریں۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے حساب کا وقت قریب ہے، موت آنے سے پہلے اعمال صالحہ اپنا کر تیاری کرو، دنیا کو محض عارضی جانو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرا کندھا

پکڑ کر فرمایا دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو، یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا خبر موت کس وقت آ جائے؟) اپنی صحت کے دنوں میں بیماری کے دنوں کیلئے نیک عمل کرلو اور اپنی زندگی میں موت کیلئے نیک عمل کرلو۔ دنیا کی طرف رغبت نہ کرو صرف اتنا تعلق رکھو جتنا مسافر کو دوران سفر کسی جگہ سے تعلق ہوتا ہے۔ انسان مال و دولت کے حصول میں اس قدر مستغرق نہ ہو جائے کہ خدا کے احکام بھول جائے اگر مال ہے اور احکام خداوندی ادا ہو رہے ہیں تو اس مال میں قباحت نہیں، حج ہو گا صدقہ خیرات، قربانی کا ثواب مل سکے گا۔

کفار و مشرکین کی غفلت کو اگلی آیہ پاک میں اس طرح فرمایا گیا ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت ہدایت آتی ہے وہ اُسے کھیل کود اور مشغلہ میں ہی سنتے ہیں ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ وہ اس نصیحت کا مذاق اُڑاتے ہوئے سنتے ہیں ان کے دل کھیل کود میں ہیں ان لوگوں کی ایک اور ظالمانہ گفتگو کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے یہ سرکش و متکبر لوگ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تمہاری طرح ہی تو بشر ہے تم جانتے ہوئے جادو کے پیچھے کیوں جا رہے ہو؟ ان کا یہ اعتراض بالکل بے معنیٰ تھا نبوت کسی شخص کی شکل و صورت پر موقوف نہیں نبوت کا تعلق معجزات سے ہے دلائل سے ہے اور حضور ﷺ نے اپنی نبوت پر دلائل و معجزات پیش فرما دیئے۔ قرآن مقدس کا وجود ایک زبردست معجزہ ہے جس کی نظیر نہ لا سکے نہ لا سکتے ہیں نہ لا سکیں گے۔ ان کا یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے یہ ضروری تھا کہ انسانوں کے پاس انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تا کہ قریب ہو کر دیکھ کر استفادہ کر سکیں۔ یہ اعتراضات آہستہ آہستہ سرگوشی کی صورت میں کرتے تھے شاید اس لئے کہ مسلمان سن لیں گے تو ان کی احمقانہ مکاری کا پول کھول دیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ
الْاَرْضِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۴﴾ بَلْ قَالُوْٓا
اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ
شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ
قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ
اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾

صدق اللہ العظیم

کہا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) میرا رب آسمان و زمین کی ہر بات کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت سننے والا بے حد علم والا ہے (۴) (کفار نے کہا یہ (قرآن) پریشان خوابوں کا بیان ہے بلکہ اس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں (۵) انہیں چاہئے کوئی ایسی نشانی لائیں جیسے پہلے رسول لائے تھے ان سے پہلے جس بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں وہ ایمان نہیں لائے تھے تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے (۶) اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے لو اگر تم علم نہیں رکھتے تو علم والوں سے پوچھ لو (۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اس آیہ مبارک میں فرمایا گیا تم کس سے سرگوشیاں کرتے ہو میرا رب تو زمین و آسمان کی خبریں جانتا ہے۔ اگلی آیہ پاک میں کفار کی مزید ہٹ دھرمی اور ضد کا ذکر فرمایا گیا ہے پہلے تو انہوں نے قرآن کو جادو کہا پھر اس سے آگے بڑھے اور پریشان خواب کہنے لگے پھر اس سے بھی اور آگے بڑھ گئے، اور کہنے لگے یہ تو خدا پر بہتان ہے کہ یہ اس کا کلام ہے پھر کہنے لگے اصل صورت تو یہ ہے کہ یہ بندہ کوئی شاعر ہے (معاذ اللہ) مزید کہا اگر یہ واقع ہی نبی و رسول ہے تو پھر معجزات دکھائے جیسے پہلے رسول معجزات لے کر آئے تھے نہ ہاتھ میں عصا ہے نہ آستین میں ید بیضاء ہے نہ صالح

علیہ السلام کی طرح اونٹنی کا وجود ہے۔ان کے اس اعتراض پر اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا پہلی قوموں میں بھی اس کا تجربہ ہو چکا ہے انہوں نے معجزہ طلب کیا جب وہ معجزہ سامنے آ گیا اور منہ مانگے معجزہ کو دیکھ لیا پھر بھی ایمان نہ لائے اس صورت کیلئے قانون قدرت یہ ہے کہ ایسی قوم کو برباد کر دیا جاتا ہے مگر اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ کر لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اُمت ہے اور فرما دیا گیا ہے کہ منہ مانگے معجزہ کو دیکھ کر یہ ایمان لے آئیں گے مراد یہ ہے ان سے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہیں لہذا مطلوبہ معجزہ نہیں دکھایا جاتا۔

کفار کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ تو بشر ہے نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہم نے پہلے جتنے رسول بھیجے مرد ہی تھے، بنی نوع انسان کی طرف بھیجے گئے رسول بھی انہیں کی جنس سے تھے کہ لوگوں کو سمجھنے میں تکلیف نہ ہو، قدرت کا فیصلہ ہی یہ ہے کہ انسان کو نبی بنا کر بھیجا جاتا ہے اگر اس میں تمہیں شک ہے تو علم والوں سے پوچھ لو، اس سے مراد اہل اللہ ہیں۔سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نحن اهل الذكر'' ہم اہل ذکر ہیں ہم سے پوچھو (قرطبی)

حیرت ہے یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام کو بشر مان کر نبی مانا ہے مگر حضور ﷺ پر اعتراض ہے یہ محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ

اور ہم نے (رسولوں) کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے (۸) پھر ہم نے ان کے سامنے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی اور حد سے

نَشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝٩ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝١١ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝١٢

تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا(۹) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم نہیں سمجھتے (۱۰) اور کتنی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرتی تھیں اور اس کے بعد ہم نے دوسرے لوگوں کو پیدا کیا (۱۱) جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تو جبھی وہ بھاگنے لگے(۱۲)

تفسیر

کفار نبی کریم ﷺ پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے ان کے اس بے معنیٰ اعتراض کا اس آیہ کریمہ میں جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں جب تمام انبیاء ورسل کے ساتھ یہی معاملہ ہے تو پھر حضور ﷺ پر اعتراض کیوں؟ اس طرح رسول دنیا میں ہمیشہ نہیں رہتے، اپنا وقت پورا ہو جانے پر دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں ان کے رسول ہونے کا سبب نہ کھانا نہ پینا نہیں بلکہ ان کے رسول ہونے کا سبب ان کے ہاتھوں معجزات کا ظہور ہے اور ان کا گناہوں سے معصوم ہونا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی کام میں جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہے اس سے اگلی آیہ کریمہ میں واضح فرمایا گیا پھر ہم نے ان کے سامنے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جسے چاہا بچالیا جسے چاہا ہلاک کر دیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھوٹا کہنے والوں پر عذاب بھیج دیا اور انہیں برباد کر دیا، ایماندار اس عذاب سے محفوظ رہے۔

''لقد انزلنا'' کے ارشاد میں ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا ذکر ہے۔ یہاں ذکر سے مراد فضیلت بھی ہے کہ تمام اُمتوں پر تمہاری افضلیت کا ذکر ہے ذکر کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس

کتاب میں تمہارے لئے نصیحت ہے کہ برے کاموں سے بچو نیک کام کرنے پر تمہیں جنت کی بشارت ہے اور برے کام کرنے پر جہنم کی سزا ہے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن پاک عربی میں نازل ہوا، جو تمہاری عزت کا باعث ہے قدر کرو اہل عرب آج ساری دنیا میں قرآن کی برکت سے غالب نظر آرہا ہے اگر قرآن نہ ہوتا تو شاید آج عرب قوم کا کوئی نام لینے والا بھی نہ ہوتا۔

تنبیہ کے طور پر فرمایا گیا کہ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ،قرآن مقدس کے ارشادات کو غور وفکر سے کیوں نہیں لیتے ؟ اپنے دینوی اُخروی معاملات کو بہتر کیوں نہیں بناتے'' و کم قصمنا'' کے ارشاد میں مزید تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ سوچو کتنی بستیاں تھیں جنہوں نے سرکشی کی ،تکبر کیا انبیاء کی مخالفت کی تو ہم نے انہیں برباد کردیا اور اُن کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔ آیہ نمبر ۱۰ سے ۱۲ تک کے اُترنے کا سبب یہ بنا ،ایک مرتبہ کفار نے کہا اگر تم سچے نبی ہو اور عذاب آنے کی خبریں دیتے ہو تو پھر ہم پر عذاب جلدی لاؤ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ نافرمانوں کی اس بستی کا نام حصور تھا ان ظالموں نے نبی کو شہید کردیا تھا تب ان پر غضب الٰہی بخت نصر کے حملوں کی شکل میں نازل ہوا، چن چن کر کفار کو قتل کیا گیا تب یہ ظالم کفار ڈر کر بھاگے فرمایا گیا عذاب کی جلدی مچا رہے تھے مگر جب آ گیا ہے تو بھاگ رہے ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾

اب بھاگو مت اور اس جگہ لوٹو جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی اور اپنی رہائش گاہوں میں تا کہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے (۱۳) انہوں نے کہا ہائے افسوس بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے (۱۴) ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتی کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا ،زندگی کی

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

حرارت سے بجھا ہوا (۱۵) اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کود کے مشغلہ میں نہیں بنایا (۱۶) اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا (۱۷)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کی تباہی کا ذکر فرمایا گیا اور ان کے طنز کا ذکر تھا کہ عذاب عذاب کہتے ہو آتا کیوں نہیں؟ اور جب عذاب نازل ہو گیا اور وہ بھاگنے لگے تو ایماندار لوگوں نے کہا اب بزدل بن کر بھاگ کیوں رہے ہو، اپنی بستیوں اور گھریلو راحتوں کی طرف لوٹو جن وسعتوں پر تمہیں ناز تھا جن محلات پر تم غرور کرتے تھے اور غریب ایمانداروں کو تنگ کرتے تھے، جاؤ ان گھروں کو سنبھالو شائد پھر اپنے غلاموں پر مسلط ہو کر مسئول بنا لئے جاؤ اور پھر تمہیں پہلی سرداری مل جائے اور فقیر تم سے مانگا کریں۔ '' لعلکم تسئلون '' کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ شائد پھر تمہیں حاکم قاضی بنا دیا جائے اور لوگ تم سے اپنے فیصلے کرائیں۔

اے کفار! تم مغرور رہے متکبر رہے عذاب کا انتظار کرتے رہے مذاق کرتے رہے اب بھاگ کیوں رہے ہو جب ان بھاگنے والوں کو بخت نصر کی شاہی فوجوں نے پکڑ لیا تو کہہ اُٹھے ہائے افسوس! ہماری کم بختی ہم گستاخ بنے رہے، اپنے نبی کی توہین کرتے رہے، قید و بند میں مشکلات میں پھنسے رہے اور یہی افسوس کرتے رہے اپنے کو بددُعائیں دیتے رہے حتیٰ کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح نیست و نابود کر دیا وہ ایسے بجھی ہوئی راکھ ہو گئے جس میں ذرہ بھر چنگاری کی بھی جان نہیں ہوتی۔ '' وما خلقنا السماء '' کے ارشاد میں فرمایا گیا کہ آسمان و زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان بنائی ہیں یہ محض کھیل کود اور تماشہ کیلئے نہیں ، اس میں اشارہ ہے آسمان و زمین اور تمام مخلوق کا بنانا بڑی بڑی حکمتوں پر مبنی ہے کھیل کود کیلئے نہیں۔ تخلیق

کائنات کا عظیم مقصد یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر استدلال کیا جائے اور تا کہ اچھے اور برے لوگوں کو اعمال کا موقعہ ملے۔

فرمایا اگر ہم کھیل تماشہ کا ہی ارادہ کرتے اور اپنے بہلاوے کیلئے کرتے تو پھر ہمیں انسانوں جنوں، موت وحیات کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی ہم اپنے پاس ہی سب کچھ بنا لیتے لیکن ہم ایسی فضولیات کرنے والے نہیں۔" لا ترکضوا" کے ارشاد کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات فرشتوں نے انسانی شکل میں آ کر کہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار ومشرکین کو غیبی آوازیں آئیں یہ آوازیں فرشتوں کی تھیں یا جنات کی۔

وَصلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلقِہٖ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾

صدق اللہ العظیم

بلکہ ہم حق سے باطل پر چوٹ لگاتے ہیں تو وہ حق باطل کا سر کچل دیتا ہے اور وہ اسی وقت مٹ جاتا ہے اور اور تمہارے لئے ان باتوں کی وجہ سے تباہی ہو جو تم بناتے ہو (۱۸) اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں (فرشتے) وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں (۱۹) اور وہ رات دن تسبیح کرتے ہیں سستی نہیں کرتے (۲۰)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں ذکر تھا کہ آسمان وزمین محض کھیل تماشہ کیلئے نہیں بنائے ان میں بے شمار حکمتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ حق وباطل کا امتیاز ہوتا ہے اور مصنوعات قدرت کا مشاہدہ

بندے کو رب قدوس کی طرف مائل کرتا ہے اور قریب کرتا ہے۔اس عنوان کو ارشاد اس طرح فرمایا گیا کہ حق کو باطل پر مارا جاتا ہے جس سے باطل تباہ ہو جاتا ہے اور وہ بے نام ونشان ہو کر رہ جاتا ہے۔باطل پرستوں سے فرمایا گیا تمہارے لئے ان باتوں کی وجہ سے تباہی ہو جو تم بناتے ہو آسمان وزمین کا قبضہ ملکیت اسی کی ہے۔"ومن عندہ" کے ارشاد سے منکرین کو ایک اور تنبیہہ فرمائی جارہی ہے اگر تم ہماری عبادت نہ بھی کرو تو ہماری خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا کہ ہمارے پاس جو ہمارے بندے ہیں یعنی فرشتے ہیں وہ ہر وقت ہماری عبادت میں بغیر کسی وقفہ کے مشغول رہتے ہیں۔انسان کو دائمی عبادت کرنے سے دو چیزیں مانع بن جاتی ہیں ایک چیز تو یہ کہ وہ عبادت کو اپنے درجہ کے خلاف جانے اسی وجہ سے وہ دائمی عبادت نہیں کر سکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ بہ تقاضائے بشری وہ کام کرنے سے تھک جاتا ہے اُسے سونے کو جی چاہتا ہے فرشتوں کیلئے یہ دونوں چیزیں نہیں وہ نہ تو ہماری عبادت سے نفرت کرتے ہیں کہ اس کو اپنی شان کے خلاف جانیں اور نہ ہی عبادت کرنے سے تھکتے ہیں۔

اسی عنوان کی تکمیل اگلی آیت میں اس طرح فرما دی کہ فرشتے دن رات تسبیح کرتے ہیں اور کسی وقت سست بھی نہیں ہوتے۔عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کعب سے پوچھا کیا فرشتوں کو تسبیح کے بغیر کوئی اور کام نہیں اگر ہے تو دوسرے کاموں کے ساتھ ہر وقت تسبیح کیسے کرتے ہیں؟ کعب احبار نے مجھے جواب دیا بیٹے! تمہارا کوئی کام تمہیں سانس لینے سے نہیں روکتا ایسے ہی فرشتوں کا معاملہ ہے جیسے ہمارا سانس لینا یا آنکھ جھپکنا کسی کام میں مخل نہیں ہوتا، تسبیح بھی فرشتوں کیلئے ایسے ہی ہے۔(قرطبی) یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں کی ساخت ہی اس قسم کی ہو کہ وہ اپنے فرائض بھی ادا کرتے رہتے ہوں اور ہر وقت تسبیح بھی پڑھتے رہتے ہوں اور اس میں اُنہیں کوئی مشکل نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں" من عندہ "سے مراد اکثر مفسرین نے فرشتے ہی لئے ہیں مگر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کے ساتھ انبیاء علیہم السلام بھی ہیں۔کہ وہ بھی ہزارہا مشکلات ومصائب کے ہوتے ہوئے بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾

صدق اللہ العظیم

کیا ان لوگوں نے جن کو زمین میں معبود قرار دیا ہوا ہے وہ زندہ کرسکتے ہیں (۲۱) اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو وہ ضرور درہم برہم ہو جاتے سو اللہ رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں (۲۲) اُس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور ان سے باز پرس کی جائے گی (۲۳) پس انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں آپ کہئے تم اپنی دلیل لاؤ یہ میرے عہد کے لوگوں کیلئے نصیحت ہے اور مجھ سے پہلوں کی نصیحت بھی موجود ہے بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے اس لئے وہ منہ موڑ رہے ہیں (۲۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کیسے احمق ہیں ایسی مخلوق کو خدا بنایا جو زمین پر موجود ہے کمتر ہے ابتر ہے، اِن جاہلوں نے کیا یہ دیکھا ہے کہ وہ کسی کو زندہ کرتے ہیں اس میں جان ڈالتے ہیں۔ معبود کیلئے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ موت وحیات کا مالک ہو۔

آیہ مبارکہ میں خدائے قدوس کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی ہے اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو زمین وآسمان میں فساد پیدا ہو جاتا۔ ایک کا حکم کوئی ہوتا دوسرے کا کوئی تو فساد

پھیلتا۔ ایک خدا چاہتا دن ہو دوسرا چاہتا رات ہو ایک چاہتا بارش ہو دوسرا چاہتا نہ ہو تو دونوں کے احکام ایک دوسرے کے خلاف ہوتے، ظاہر ہے بغیر فساد اور خرابی کے کوئی نتیجہ نہ ہوتا۔ یہ ضروری نہیں جو ایک حکم دے دوسرا بھی وہی دے اگر ان دونوں میں ایک غالب رہا دوسرا مغلوب تو دوسرا خدا نہ رہا کہ کمزور ہو گیا عاجز ہو گیا، اپنا فیصلہ نافذ نہ کرسکا اگر دونوں ایک دوسرے کے مشورے کے پابند ہوں تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھی مالک ومختار نہیں، دونوں ناقص ہوتے اور ناقص خدا نہیں ہوسکتا اور اللہ رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جو شخص کسی قانون کا پابند ہو اس کے اعمال پر کسی کو گرفت کرنے کا حق ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا خدا وہی ہے جو کسی کا پابند نہ ہو جس سے کسی کو پوچھ گچھ کرنے کا حق نہ ہو۔ اگر کسی کام پر دونوں خداؤں کے حکم جاری ہوں تو یہ ناممکن ہے ایک خدا چاہتا ہے یہ مخلوق مرد ہو دوسرا چاہتا ہے عورت ہو اور دونوں حکم جاری ہوں یہ محال ہے، حکم ایک ہی جاری ہوگا مرد یا عورت، دن یا رات، سیاہی یا سفیدی۔ اگر دو خدا ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں تو ضروری ہوگا ایک دوسرے کی موافقت کرے گا وہ تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہوسکتا اگر ایک خدا مخلوق بنانے پر قادر ہے تو دوسرے کا ماننا بے معنی ہے اگر وہ قادر نہیں تو کمزور ہے ناقص ہے اور کمزور ناقص خدا ہو نہیں سکتا، الغرض دو خدا مانے جائیں تو اب دونوں کی قوت دوگنا ہوگی ہر ایک کی طاقت محدود ہوگی اور محدود طاقت والا خدا ہو نہیں سکتا۔ ''ھذا ذکر معی'' سے مراد قرآن پاک ہے اور ذکر من قبلی سے مراد تورات، انجیل، زبور ہیں معنی یوں ہوگا کہ میرا اور میرے ساتھ والوں کا قرآن اور پچھلی اُمتوں کی کتابیں تورات، انجیل، زبور موجود ہیں کیا ان میں سے کسی کتاب میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت کی تلقین ملتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ سب کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ میرے بغیر کوئی عبادت کا مستحق نہیں اکثر حق کو نہیں جانتے اس لئے وہ منہ موڑ رہے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے آپ سے پہلے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی طرف وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سوتم میری ہی عبادت کرو (۲۵) اور انہوں نے کہا رحمان نے اولاد بنالی ہے وہ اس سے پاک ہے اور وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں (۲۶) وہ کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں (۲۷)

تفسیر

اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کے بارہ میں پھر ایک بات فرمائی جارہی ہے کہ اے مشرکین مکہ! توحید کی یہ دعوت جو تمہیں میرا محبوب دے رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہر رسول جو اس منصب پر رہا اُس نے یہی دعوت دی اور اپنے اپنے علاقہ کے لوگوں کو سمجھایا اپنے قبیلوں کی اصلاح کی، شریعت کے احکام میں تو تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر اس عقیدۂ توحید میں کبھی بھی ذرہ بھر تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ہر نبی نے رسول نے یہی پیغام دیا کہ میرے بغیر کوئی خدا نہیں میری ہی عبادت کرو۔

اگلی آیہ کریمہ ''وقالوا تخذ الرحمان'' میں عرب کے مختلف قبیلوں کے اس عقیدہ کو بیان کیا گیا کہ انہوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا ان کے اس بہت بڑے بہتان کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ اللہ ایسی باتوں سے پاک ہے اُسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں جنہیں وہ خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں وہ تو اس کے معزز بندے ہیں اس کی اطاعت وعبادت میں ہر لحہ مصروف رہتے ہیں وہ فرشتے تو ایسے مؤدب رہتے ہیں اس سے

ڈرتے رہتے ہیں نہ قول میں اللہ تعالیٰ سے سبقت کرتے ہیں نہ عمل میں، اس کے خلاف کچھ کرتے ہیں۔
قول میں سبقت نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ کی طرف سے کوئی ارشاد نہ ہو خود کوئی کلام کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس میں بات کرنے میں بڑے کی بات کا انتظار کیا جائے یہ بھی مجلس کے آداب میں سے ایک ادب ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

صدق اللہ العظیم

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈر رہے ہیں (۲۸) اور جو اُن میں سے یہ کہے میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا، تو اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے یوں ہی ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں (۲۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرشتوں کے عبد ہونے، ان کے بارگاہ قدس میں با ادب ہونے اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا ذکر ہوا، یہ بھی ذکر ہوا کہ فرشتے اپنی تدبیر سے کوئی کام نہیں کرتے اور نہ ہی پہلے بولنے کی جلدی کرتے ہیں یہ ساری صفات اس کے بندوں کی ہیں، اولاد کی نہیں اولاد تو شریک ہوتی ہے۔
اس آیہ مبارکہ میں اللہ کے معبود حقیقی ہونے اور لاشریک ہونے کی ایک اور دلیل فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حالات کو جانتا ہے جو ان ملائکہ کے سامنے موجودگی میں ہو رہے ہیں وہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ ان کی پیدائش سے پہلے تھا وہ بھی جانتا ہے اور جو کچھ کائنات میں ملائکہ کر چکے ہیں یا آئندہ کرنے

والے ہیں سب کچھ جانتا ہے اور فرشتے اللہ کی ہیبت سے اتنے مرعوب ہیں کہ اپنی مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کرتے سوا ان ایمانداروں کے جنہوں نے اپنا ایمان عقیدہ مرنے تک بچائے رکھا، یہ تمام فرشتے معصوم و بے گناہ ہونے کے باوجود اپنے رب کے پرجلال دبدبے سے ڈرتے ہیں فرشتوں کی یہ ساری صورتیں بتاتی ہیں وہ خدا کے بیٹے یا بیٹیاں نہیں وہ اس کی مخلوق ہیں، خدا ان کا خالق ہے۔

آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے حضور عاجزی وانکساری بندے کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے جس قدر بندے پر خدا کی ہیبت زیادہ ہوا تنا ہی زیادہ مکرم ہوتا ہے اگر کوئی کبھی بالفرض محال اپنے عمل یا قول سے یہ کہہ دے کہ میں اِلٰہ ہوں، خدائی صفات اپنے اندر ظاہر کرے جیسے نمرود فرعون نے یہ قبیح حرکت کی تو ہم اس کے اعمال برباد کر دیتے ہیں اور اُسے جہنم کی سزا دیتے ہیں اور پھر اُنہیں کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ اے مشرکینِ مکہ! تم فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بناتے پھر رہے ہو اس کی شان تو یہ ہے "لم یلد و لم یولد" اب وقت ہے اپنے بُرے عقائد سے توبہ کرو، خدا کو وحدہٗ لاشریک مانو اور اپنے کو جہنم کے دائمی عذاب سے بچانے کا انتظام کرلو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

صدق اللہ العظیم

کیا کبھی کفار نے غور نہیں کیا کہ آسمان و زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ شئی پیدا کی کیا وہ اب بھی ایمان نہیں لاتے (۳۰) اور ہم نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دئے تا کہ زمین ان کے ساتھ لرزتی نہ رہے اور ہم نے ان پہاڑوں میں کھلی راہیں بنا دیں تا کہ وہ اپنی منزل کا راستہ پاسکیں (۳۱)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے بارہ میں دلائل فرمائے اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمارہا ہے کیا کفار نے یہ دیکھا نہیں یعنی انہیں علم نہیں کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا اور پانی سے ہر جاندار شئ بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے ،آسمان و زمین کے ملے ہونے اور الگ الگ ہونے کے کئی معنیٰ کئے گئے ہیں۔سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،آسمان بند تھے ان سے بارش نہیں ہوتی تھی تو آسمان کو بارش سے کھول دیا اور زمین پر سبزہ نہیں اُگتا تھا تو زمین کو سبزہ اُگانے سے کھول دیا۔ابن کثیر میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ واقعہ درج ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو اور پھر مجھے بھی بتاؤ، وہ گئے اور پوچھا ''رتقا اور ففتقنهما '' سے کیا مراد ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پہلے آسمان بند تھے بارش نہ برساتے تھے اور زمین بند تھی سبزہ نہ اُگاتی تھی جب زمین پر انسان کو آباد کیا تو آسمان کی بارش کھول دی اور زمین پر سبزہ اُگا یہ شخص معنیٰ سن کر واپس آیا اور سنایا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اب مجھے ثابت ہو گیا کہ واقعی ابن عباس کو قرآن کا علم سکھا دیا گیا ہے۔ پہلے میں سمجھتا تھا کہ ابن عباس کے بیانات جرأت ہیں،اب پتہ چلا اللہ نے انہیں علوم قرآن عطا فرمائے ہیں۔ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین سے چھ زمینیں اور بنادیں اور آسمان سے چھ آسمان اور بنا دیئے۔

اگلی آیہ پاک سے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ہم نے ہر جاندار شئ کی تخلیق پانی سے کی ہے کہ ہر جاندار شئ کے بقاء کا انحصار پانی سے ہے۔صرف انسان اور حیوانات ہی نہیں بلکہ نباتات، جمادات میں حیات محققین کے نزدیک ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ پانی کو ان سب چیزوں کی تخلیق میں بڑا دخل ہے۔ابن کثیر نے امام احمد کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے حضور ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ میں جب آپ کی زیارت کرتا ہوں تو میرا دل ودماغ اور آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں آپ مجھے ہر شئ کی تخلیق کے بارے میں فرمادیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! (رضی اللہ عنہ) ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے اس کے بعد ابو ہریرہ نے عرض کی حضور! اب کوئی ایسا عمل بتادیں جس سے جنت میں چلا جاؤ، جواب فرمایا سلام کرنے کو عام کرو، کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کیا کرو، تہجد کی نماز پڑھا کرو تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے (او کما قال النبی ﷺ)

''وجعلنا فی الارض'' کے ارشاد میں مزید قدرت کاملہ کا ذکر ہے زمین پر پہاڑوں کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس کا توازن برقرار رکھنے کیلئے ڈال دیا ہے کہ اس پر بسنے والوں کو نقصان نہ ہو۔ پہاڑوں کی تخلیق میں بھی حکمت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں انہیں ایسے ہی کھڑا نہیں کیا گیا کہ دوسرے طرف آمد ورفت ہی بند ہوجائے بلکہ گھاٹیاں اور درے بنائے ہیں ایک طرف سے دوسری طرف جاسکتے ہیں، شاہراہیں بناسکتے ہیں

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنادیا اور وہ اس کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں (۳۲) اور وہی ہے جس نے رات دن اور سورج چاند کو پیدا کیا سارے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں (۳۳) اور نہیں مقدر کیا ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کیلئے دنیا میں ہمیشہ رہنا اگر آپ انتقال کرجائیں تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں (۳۴) ہر نفس موت کو

چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں بُری اور اچھی حالت
میں آزماتے ہیں اور تم سب لوگ ہماری طرف
لوٹائے جاؤ گے (۳۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے آسمان کو چھت بنایا ہے جیسے چھت مکان کو ڈھانپ لیتی ہے ایسے آسمان نے زمین کو ڈھانپ رکھا ہے مگر یہ چھت دوسری چھتوں کی طرح نہیں کہ خراب ہو جائے یا گر جائے، یہ چھت بڑی مضبوط ہے ان کمالات کو دیکھ کر بھی وہ لوگ نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ آسمان کے محفوظ چھت ہونے کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ گرنے سے محفوظ ہے، اس عنوان کو قرآن مقدس نے سورۃ الحج میں اس طرح بیان فرمایا ہے "ویمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنه" وہی آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر نہ گرے۔ ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ آسمان کو فرشتوں یا ستاروں کے ذریعہ شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے اس کے بعد فرمایا گیا کہ مشرکین نشانیوں سے منہ پھیرتے ہیں کہ واضح نشانات قدرت ان کے سامنے ہیں، آسمانوں کا وجود ان کا حرکت کرنا آسمان میں ستاروں کی روشنی، چمک دمک ان کی گردش یہ ساری نشانیاں اللہ کی اُلوہیت اور اس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلالت کرتی ہیں مگر مشرکین ہیں کہ غور و فکر ہی نہیں کرتے۔

آسمان کو زمین کیلئے چھت بنانے کے ذکر کے بعد مزید کرم فرمایا کہ رات اور دن کا تسلسل قائم فرمایا، سورج اور چاند کی گردش قائم فرما دی گئی اگر کائنات میں رات ہی ہمیشہ رہتی تو یہ حسن و جمال نہ ہوتا، اگر ہمیشہ دن ہی رہتا تو آرام و سکون کی صورت حال یہ نہ ہوتی اور پھر فرمایا یہ سبھی اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ یہ آیہ مقدس "کل فی فلك" ایک ایسی آیہ ہے جسے سیدھا پڑھا تو بھی یہی ہے اُلٹا پڑھا جائے تو بھی "کل فی فلك" ہی پڑھا جاتا ہے۔ فلک کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ وہ جسم

نہیں ایک مدار ہے جس میں شمس وقمر محو حرکت رہتے ہیں بعض محققین نے کہا کہ کواکب سیارہ فلک میں چلتے ہیں اور یہ آسمانوں سے نیچے ہیں چاند سب سے نیچے فلک میں ہے، اس سے اوپر عطارد، پھر زہرہ پھر سورج، پھر مریخ، پھر مشتری، پھر زحل آٹھویں کو فلک البروج نویں کو فلک اعظم کہتے ہیں۔ان سب سے اوپر سبع سماوات ہیں سات آسمان ہیں جو ملائکہ کا مقام ہیں۔

اگلی آیہ پاک ''وما جعلنا لبشر '' کے اترنے کا سبب یہ بنا: حضور ﷺ کی نبوت کی مخالفت میں مشرکین کہتے تھے یہ محمد (ﷺ) عنقریب فوت ہو جائیں گے پھر ان کا دین بھی ختم ہو جائے گا ان کے عقید تمندوں کا موج میلہ بھی نہ رہے گا تو یہ آیہ کریمہ اُتری اگر آپ فوت ہو گئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے انبیاء علیہم السلام بھی فوت ہوتے رہے ہیں آپ سے پہلے کوئی بشر ہمیشہ نہیں رہا تھ بھی تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں۔

ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے، حضور ﷺ نے خود اپنی وفات کا ذکر فرمایا ہے، حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا مجھ سے حج کے احکام حاصل کرلو، شائد اس سال کے بعد میں تم سے ملاقات نہیں کروں گا۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا ہم تمہیں اچھے بُرے حالات سے دوچار کر کے آزماتے ہیں اور تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَھٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور یہ کفار جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ خود رحمان کے ذکر کا انکار کرتے ہیں (۳٦) انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے عنقریب میں تم لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو (۳۷) وہ کہتے ہیں قیامت

کا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو(۳۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ایک موقعہ پر حضور ﷺ ابو جہل کے قریب سے گزرے اس وقت ابو جہل کے پاس ابوسفیان بھی بیٹھا ہوا تھا، ابو جہل نے ابوسفیان سے کہا یہ بنو عبد مناف کا نبی ہے، ابوسفیان نے کہا کیا تم بنی عبد مناف کے نبی کا انکار کرتے ہو۔ حضور ﷺ نے ان کی باتیں سن لیں اور فرمایا میرا خیال ہے تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک تم پر وہ وبال نازل نہ ہو جو تمہارے چچا ولید بن مغیرہ پر نازل ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ لوگ حضور ﷺ کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان کے معبود نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور یہ رحمان کی برائی کرتے ہیں حالانکہ رحمان انہیں زندگی دینے والا ہے وہی اُن پر موت طاری کرے گا یہ حیرت کی بات ہے بتوں کی مذمت کا برا منایا جا رہا ہے اور حقیقی خالق و مالک کی مذمت کی جا رہی ہے۔

''خلق الانسان من عجل'' میں فرمایا جا رہا ہے انسان کی طبیعت میں جس طرح کئی کمزوریاں رکھ دی گئی ہیں ان میں سے ایک جلد بازی بھی ہے اور جو چیز طبیعت میں داخل ہوتی ہے عرب اس کو اسی عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ شخص اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے دوسری جگہ اس عنوان کو اس طرح فرمایا گیا ہے وکان الانسان عجولا انسان بہت جلد باز ہے۔ انبیاء اور صلحاء میں جو نیکی کرنے میں جلدی کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ مدح کے طور پر ہے جلد بازی یا عجلت کے مفہوم میں داخل نہیں۔ کفار کا عذاب کو جلد طلب کرنا یہ ان کی جلد بازی ہے عجلت پسندی ہے۔ رب قدوس نے فرمایا عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جلد نشانیاں دکھانے کی ایک تفسیر یہ ہے کہ تمہیں جلد ہلاک کر دیا جائے گا آسمانی عذاب سے یا کسی جہاد میں تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ جنگ بدر میں کفار مارے گئے یا ان نشانیوں سے مراد توحید و رسالت کے دلائل ہیں یا نشانیوں سے مراد شام و یمن کے سفر میں تم نے گزشتہ قوموں کی برباد

شدہ بستیاں دیکھی ہیں نشانیوں کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ معجزات مصطفیٰ ﷺ دکھائیں گے جو آپ کی حقانیت پر شہادت ہوں گے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلقِهٖ

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾

صدق اللہ العظیم

کاش! کفار اس وقت کو جانتے جب وہ اپنے چہروں سے اور پیٹھوں سے آگ کو دور نہ کر سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی (۳۹) بلکہ وہ ان کے پاس اچانک ہی آ جائے گی اور ان کو حیران کر دے گی اور وہ اس کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے (۴۰) اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تھا سو مذاق اُڑانے والوں کو اُس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے (۴۱)

تفسیر

کفار کے استہزاء و مذاق کرنے کے جواب میں فرمایا جا رہا ہے کاش کفار اس دردناک منظر کو دیکھ لیتے جب انہیں اچانک آگ کا عذاب گھیرے گا اور وہ اپنے چہروں کو اور اپنی پیٹھوں کو آگ کے شعلوں سے بچا نہ سکیں گے اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی، جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے جب عذاب الٰہی آئے گا تو اس وقت تم بے یار و مددگار رہو گے تمہاری کوئی تجویز کام نہ آسکے گی، اس وقت وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے جب آگ ان کو آگے پیچھے سے گھیرے گی اور اس وقت اس آڑے وقت میں ان کے کوئی کام نہ آسکے گا

چہروں اور پیٹھ کے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ لوگ حضور ﷺ کو دیکھ کر چہرے پھیر لیتے تھے یا چہروں پر نفرت کا اظہار ہوتا تھا ایسے وہ آپ کی دعوت پر پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے اس وجہ سے ان دونوں اعضاء کیلئے عذاب کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ عذاب اچانک آئے گا نہ اُسے مسترد کر سکیں گے نہ مہلت پا سکیں گے کہ وہ کسی قسم کی معذرت کر سکیں۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب! آپ پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے آنے والے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تھا اور مذاق اُڑانے والوں کو عذاب نے گھیر لیا تھا، آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، حق کہنے والوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے اور اُنہیں ایسی دل آزار باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان آیات مبارکہ میں اُن کے استہزاء کا جواب دیا جا رہا ہے جو کہتے تھے یہ محض قیامت کا ذکر کرتا ہے، عذاب کا ڈر سناتا ہے ہم تو بدستور دندناتے پھر رہے ہیں نہ عذاب ہے نہ قیامت۔ کاش! وہ عذاب کو دیکھ لیتے عذاب کی شدت کو بیان فرمایا گیا کہ آگ آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور وہ آگ کو دور نہ کر سکیں گے۔ سورۂ عنکبوت شریف میں بھی اس طرح جواب فرمایا گیا ''ویستعجلونك بالعذاب ولو لا اجل مسمی لجاء هم العذاب '' یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اگر نزول عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو اُن پر عذاب آ چکا ہوتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

آپ کہئے رات اور دن میں رحمان کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرتا ہے؟ بلکہ یہ تو اپنے آپ کے ذکر سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں (۴۲) کیا ان کے پاس کوئی اور معبود ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے چھڑائیں گے وہ تو خود

نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے اُن کی مدد کی جائے گی (۴۳) بلکہ ہم نے اُنہیں اوران کے باپ دادا کو زندگی میں بہت نفع پہنچایا حتیٰ کہ ان کی زندگی لمبی ہوگئی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آرہے ہیں کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں (۴۴)

تفسیر

حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! آپ ان منکرین سے پوچھئے تم جو یادِالٰہی سے منہ موڑتے ہو اوراس کی ذات کی طرف مائل نہیں ہو، اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے تو تمہاری کون حفاظت کرسکتا ہے ان سے کیا کہنا ہے یہ تو اپنے رب کے ذکر سے ہی روگرداں ہیں اگر ان کا یہ خیال ہے کہ ان کے معبودان باطل لات منات ہبل انہیں عذاب سے بچالیں گے تو یہ بات قطعی غلط ہے وہ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے تمہیں کیا بچائیں گے اور پھر اُنہیں ہماری طرف سے کسی قسم کی تائید بھی نہیں ہوگی۔

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تھا کہ کفار قیامت کے دن اپنے چہروں اور پیٹھوں کو دوزخ کی آگ سے نہیں بچاسکیں گے اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اگر اللہ ان کی حفاظت نہ کرتا تو عذاب میں مبتلا ہو جاتے ،جنگوں میں مارے جاتے یا آفات ومصائب میں مبتلا ہو جاتے ان کا کردار تو ایسا ہی تھا کہ مار کھا جاتے ،مبتلائے عذاب ہو جاتے مگر اللہ نے اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ کے اس انعام پر شکر کرتے اطاعت کرتے مگر اس کے خلاف سرکشی بغاوت میں مبتلا ہو گئے اور یادِالٰہی سے غافل ہو بیٹھے ہو، بلکہ ہم نے ان کے باپ دادا کو دنیا کی زندگی میں بہت نفع دیا حتیٰ کہ ان کی زندگی لمبی ہوگئی۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ان پر زمین کے کنارے کم کرتے چلے آرہے ہیں کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں؟ زمین کے کناروں کو کم کرنے کے کئی معنی کیئے گئے ہیں مگر قرین فہم جو معنیٰ ہے وہ یہ ہے کہ کفار کی سرکشی اور بغاوت کے باوجود اسلام بڑھ رہا ہے، ایک عرصہ تک اسلام کی ترقی نمایاں رہی ہے آج اس گئے گزرے دور میں بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے جس قدر لوگ اسلام میں شامل ہو رہے ہیں اس کا جواب نہیں اگر کہیں کسی موقعہ پر ہماری کمزوری ہے تو وہ ہماری اپنی کوتاہیاں، لڑائیاں جھگڑے ہیں قیامت تک اسلامی غلبہ بڑھتا رہے گا اور کفر کیلئے زمین کے کنارے تنگ ہوتے رہیں گے۔ دنیا بھر میں کفر کا مرکزی علاقہ امریکہ ہے امریکہ کے سابق صدر بش نے اپنی تقریروں میں بارہا کہا ہے کہ امریکہ میں اسلام سب سے زیادہ پھیل رہا ہے مجھے بارہا وہاں جا کر دیکھنے سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۖ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴿۴۷﴾

صدق اللہ العظیم

(محبوب) آپ کہہ دیجئے میں تمہیں صرف وحی سے ڈراتا ہوں اور بہروں کو جب ڈرایا جائے تو وہ کسی پکار کو نہیں سنتے (۴۵) اور اگر ان کو تیرے رب کا عذاب ذرا سا بھی چھو جائے تو یہ ضرور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم ضرور ظلم کرنے والے تھے (۴۶) اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے سو کسی شخص پر ظلم بالکل نہیں کیا جائے گا اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں (۴۷)

تفسیر

حضورﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ انہیں کہہ دیجئے میں تو تمہیں وہی کچھ بتاتا ہوں جو میرے رب نے مجھ پر وحی فرمائی ہے، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا تمہیں چاہئے میری نصیحتوں کو غور سے سنو عمل کرو اور عذاب الٰہی سے بچ جاؤ، ساتھ ہی فرمادیا گیا یہ لوگ تو بہرے ہیں انہیں کچھ سنائی نہیں دیتا، سنائی نہ دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عمل نہیں کرتے ورنہ حضورﷺ کی ہر بات کو سنتے تھے، وحی سے ڈرانا عام ہے وہ وحی جلی ہو قرآن مقدس یا وحی خفی ہو۔ حدیث شریف میں ''انما انذرکم '' کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ اسلام پورے کا پورا حضورﷺ کی عملی قولی اداؤں کا نام ہے، آپ کی عبادت بھی وحی الٰہی ہے اور عادت بھی، آپ کی اداؤں میں مکمل طور پر ڈھل جانے کا نام متقی مسلمان ہونا ہے، اپنے غرور وتکبر میں تو وہ سب کچھ بنے پھر رہے ہیں اور عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن انہیں معمولی سا عذاب بھی چھو گیا تو اس وقت ضرور کہیں گے ہائے افسوس ہماری بدبختی اللہ کے رسول تو ہمیں عذاب سے بچانے کیلئے آئے تھے، ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

اگلی آیہ پاک میں یوم آخرت کے انجام سے متنبہ کیا جا رہا ہے قیامت میں وزن اعمال اور اس کے میزان کا ذکر ہے کہ لوگ اس عظیم ہیبت ناک منظر کو سامنے رکھیں اور اپنی اصلاح کریں، موازین جمع ہے میزان کی یہ بھی ہے کہ کئی میزانیں ہوں ہر شخص کیلئے الگ الگ میزان ہو یا خاص خاص اعمال کیلئے الگ الگ میزانیں ہوں مگر جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ میزان ایک ہی ہوگی۔ جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ وہ بہت سی موازین کا کام دے گی۔ مستدرک حاکم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اعمال وزن کرنے کیلئے جو میزان رکھی جائے گی اتنی بڑی ہوگی اتنی وسیع ہوگی کہ اس میں زمین وآسمان کو تولنا چاہیں تو وہ بھی سما جائیں گے۔ (تفسیر مظہری) میزان کا ذکر ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور (ﷺ) قیامت کے دن

میری شفاعت فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کروں گا، انس (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی حضور تلاش کہاں کروں؟ فرمایا پل صراط پر، اگر وہاں ملاقات نہ ہو تو میزان کے پاس جہاں اعمال کا وزن ہو رہا ہو گا وہاں بھی ملاقات نہ ہو تو حوض کے پاس، ان تینوں مقامات میں کسی ایک مقام پر ضرور ہوں گا۔ (ترمذی)

میزان اعمال کے وقت انسان کے سارے چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال حاضر کئے جائیں گے، وزن اعمال کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ فرشتوں کے لکھے اعمال نامے تولے جائیں اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو اُسے بھی حاضر لائیں گے۔

ترمذی شریف میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ملتی ہے ایک بندے نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے غلاموں کو مارتا بھی ہوں جھڑکتا بھی ہوں اور وہ بھی میرے معاملات میں بددیانتی کرتے ہیں فیصلہ کیسے ہو گا؟ فرمایا اُن کی نافرمانی اور تمہاری سختی کو تولا جائے گا اگر برابر ہوئے تو معاملہ برابر ہو جائے گا تمہاری زیادتی ہوئی تو تمہیں سزا ہو گی ان کی زیادتی ہوئی تو انہیں، وہ بندہ رونے لگا، حضور ﷺ نے فرمایا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی "ونضع الموازین القسط" اس نے عرض کی اب اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں کہ میں انہیں آزاد کر دوں (قرطبی)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو کتاب فیصل اور روشنی اور متقین کیلئے نصیحت دی (۴۸) جو بن دیکھے رب سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں (۴۹) اور یہ برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے سو کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو (۵۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا جارہا ہے ان کے کمالات بیان فرمائے جارہے ہیں، ان کی مشکلات کا ذکر ہے ان کے صبر واستقامت پر درس ہے کہ لوگ اُن کی مقدس زندگی کے حالات سے استفادہ کریں اوران کی سنت پر عمل کر کے اپنی زندگی کو خوشگوار بنائیں ۔موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو دی گئی کتاب، توراۃ کی تین صفات فرمائی گئیں۔ پہلی صفت فرقان ہے کہ یہ کتاب حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے، دوسری صفت ضیاء فرمائی گئی کہ یہ کتاب دلوں کیلئے ضیاء ونور ہے، تیسری صفت ذکر فرمائی گئی کہ لوگوں کیلئے ذکر وتذکیر ہے اور ہدایت کا ذریعہ ہے، صفت فرقان کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی مدد ہے، جو ہر موقع پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہی کہ فرعون کے گھر پرورش ہوئی، پھر فرعون سے مقابلہ ہوا تو اللہ نے اُسے ذلیل کیا پھر فرعون کے تعاقب کے وقت دریا میں راستہ پیدا ہوا۔فرعون سے نجات ملی، فرعونی لشکر غرق ہوا۔ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ فرقان سے مراد برہان ہے جس سے دین حق اور باطل دینوں میں فرق ہوا تھا، ایک معنی یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل کے شبہات کو دور کرنا ہے ضیاء اور ذکر دونوں تورات کی صفات ہیں یہ کتاب روشن ہے اور متقین کیلئے نصیحت ہے۔

متقین کون ہیں؟ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جس طرح لوگوں کے سامنے اللہ سے ڈرتے ہیں اسی طرح جب لوگ ان کے سامنے نہیں ہوتے تو اس وقت بھی اللہ سے ڈرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق رب قدوس نے ارشاد فرمایا ہے جو سورۂ ملک میں موجود ہے جو لوگ تنہائی میں اللہ سے ڈرتے ہیں ان کیلئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے اُتارا ہے تم اس کا کیوں انکار کرتے ہو یعنی قرآن پاک کا انکار کیوں کرتے ہو؟ جبکہ یہ کتاب عظیم برکت والی بھی ہے عظمت والی بھی ہے بے شمار

منافع بھی بہت علم بھی ہے اس کی فصاحت و بلاغت کو تم دیکھ چکے ہو اس کا جواب تم سے نہ بن سکا اس میں دلائل کا عظیم ذخیرہ ہے احکام موجود ہیں ایسی کتاب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی اور ہم اُسے خوب جانتے تھے (۵۱) اور جب انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر جمے ہوئے ہو (۵۲) انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی پرستش کرتے ہوئے پایا تھا (۵۳) ابراہیم نے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے (۵۴) انہوں نے کہا کیا آپ واقعی ہی حق بات کہہ رہے ہیں یا یونہی مذاق کر رہے ہیں (۵۵) فرمایا تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں بنایا اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں سے ہوں (۵۶)

تفسیر

اس سے پہلے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر ہوا ہے اب جدالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر خیر ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت واضح ہو رہی ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے ہم نے

ابراہیم (علیہ السلام) کو رشد عطا فرمائی۔ رشد کا معنیٰ ہدایت ہے، غیّ کا معنی گمراہی ہے، رشد کی تفسیر میں دو قول ملتے ہیں ایک قول یہ ہے اس سے مراد نبوت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد ہوتا ہے ہم ان کو خوب جاننے والے تھے، اللہ تعالیٰ اُسے نبوت سے سرفراز فرماتا ہے جس کے متعلق اُسے معلوم ہو کہ وہ نبوت کا حق ادا کرے گا دوسرا قول یہ ہے کہ رشد سے مراد ہدایت ہے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو ہدایت فرمانے کا معنیٰ یہ ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے نبوت عطا فرمائی اور ہدایت دی۔ مقاتل کہتے ہیں بالغ ہونے سے پہلے جب انہوں نے ستاروں کو دیکھ کر اللہ کی اُلوہیت پر استدلال کیا تھا بے شمار خطرات کے باوجود جرأت و ہمت سے توحید کا اعلان فرمایا تھا، رشد عطا فرمانے کا مفہوم بڑا نمایاں نظر آتا ہے نمرود کے سامنے حق گوئی، آگ میں ڈالے جانے سے بے خوفی، نعرۂ توحید بلند کرنے کی ہمت، رب ذوالجلال کی ذات پر بھروسہ، یہ سارے واقعات رشد کی نشاندہی کرتے ہیں، ان عظیم اور نادر صلاحیتوں کا علم تھا جو اُن میں رکھی گئی تھیں۔ ہماری یہ عطا بلا استحقاق نہیں تھی ہم نے جو دیا جو بنایا وہ ہماری حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے، رشد کا لفظ قرآن مقدس میں کئی مقامات پر کئی معنوں میں آیا ہے۔

آیہ کریمہ میں آپ کی حق گوئی کا ذکر فرمایا گیا آپ نے اپنے چچا آذر اور اس کی قوم کو للکار کر کہا یہ کیا بت ہیں جن کی پرستش کر رہے ہو انہوں نے کہا ہمارے باپ دادا انہیں کی پرستش کرتے تھے، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، ابراہیم علیہ السلام کو انہوں نے اپنی بت پرستی کے جواز پر جو دلیل دی یہ تھی کہ ہمارے باپ دادا بھی ایسا کرتے تھے تو آپ نے برملا جواب دیا وہ بھی گمراہ تھے آپ کے اس جواب پر قوم نے کہا ابراہیم! (علیہ السلام) یہ بات تم سنجیدگی سے کر رہے ہو یا ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا، تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں زمینوں کا رب ہے جس نے انہیں بنایا اور میں اس بات کا قائل ہوں کہ حقیقی رب اِلٰہ معبود وہی ہے تم سارے گمراہی میں مبتلا ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ
تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا
اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ
اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا
فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور اللہ کی قسم تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا (۵۷) سو ابراہیم نے بڑے بت کے علاوہ سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (۵۸) انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے بھی یہ کاروائی کی ہے وہ بے شک ظالموں سے ہے (۵۹) انہوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو بتوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کو ابراہیم کہتے ہیں (۶۰)

تفسیر

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی بدعقیدگی سے پریشان تھے حق گوئی کا مظاہرہ کرتے رہے جب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد تمہارے بتوں سے خفیہ تدبیر کروں گا۔ آیہ پاک کا انداز تو یہی بتاتا ہے کہ آپ نے قوم سے یہ بات کہی اور بتوں کے ساتھ کوئی معاملہ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس جرأت کو دیکھ کر آذر (چچا) نے کہا ابراہیم ہماری عید ہے اگر تم بھی ساتھ چلو تو تمہیں ہمارا دین پسند آئے گا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ ملانے کی یہ ایک تدبیر تھی جو ناکام ہوگئی۔ جب عید کا دن آیا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بیمار ہوں کہ وہاں جا کر بت پرستی دیکھ کر مجھے تکلیف ہوگی جب وہ چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ان کے بت کدہ کی طرف گئے اس بت کدہ میں ایک بہت بڑا بت تھا ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے بت بھی تھے، ان بتوں کے سامنے کھانا

رکھا ہوا تھا آپ نے کھانا دیکھ کر فرمایا ''الا تاکلون'' تم کھاتے کیوں نہیں؟ ''مالکم لا تنطقون'' تمہیں کیا ہے، بات کیوں نہیں کرتے؟، پھر آپ نے انہیں مارنا شروع کر دیا اور سب توڑ دیئے اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھوں پر رکھ دیا، قوم جب اپنے میلے، عید سے واپس آئی تو یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گئی سارے خدا ٹوٹے پڑے ہیں اور قوم نے کہا جس نے بھی یہ کاروائی کی ہے وہ ظالم ہے قوم نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو بتوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا اُسے ابراہیم کہتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں بتوں کو توڑنے کے فلسفہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ''لعلهم يرجعون'' تاکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف رجوع کریں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مجھ سے پوچھیں مجھ سے رجوع کریں کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور میں انہیں ان کی بے وقوفی پر مطلع کروں۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ شائد اپنے بتوں کو ٹوٹے پھوٹے دیکھ کر انہیں عقل آجائے کہ بت پرستش کے قابل نہیں پھر وہ دین ابراہیمی کی طرف لوٹ آئیں۔ ان کے لوٹنے کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ بڑے بت کے کندھوں پر کلہاڑا دیکھ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس بڑے بت سے پوچھیں گے یہ کیا ہوا کیسے ہوا؟ وہ جواب نہ دے سکے گا تو اس کا عاجز ہونا ثابت ہو گا اور یہ قوم اپنی اصلاح کر لے گی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالُوْا فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا

لوگوں نے کہا اُسے (ابراہیم علیہ السلام کو) لوگوں کے سامنے لے آؤ شائد وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں (۶۱) (ابراہیم لائے گئے) لوگوں نے پوچھا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ (۶۲)

فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوۡا عَلٰى رُءُوۡسِهِمۡ‌ۚ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا هٰٓؤُلَاۤءِ يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۵﴾

فرمایا بلکہ ان کے بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی اس سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہوں (۶۳) (لاجواب ہوکر) اپنے دلوں میں غور کرنے لگے پھر بولے بلاشبہ تم ہی ظالم ہو (۶۴) پھر انہوں نے (شرمندگی سے) اپنے سر جھکا لئے اور کہا تمہیں معلوم ہے وہ بول نہیں سکتے (۶۵)

تفسیر

جب قوم عید سے واپس آئی اور دیکھا کہ سارے بت توڑ دیئے گئے ہیں انہیں معلوم ہو گیا یہ کام کرنے والے ابراہیم (علیہ السلام) ہیں تو قوم نے ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا، ابراہیم! کیا تو نے ان بتوں کو توڑا ہے تو آپؑ نے قوم کے جواب میں فرمایا ان کا بڑا یہ ہے اس سے پوچھو، ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی کہ قوم پوچھے گی وہ جواب نہیں دے سکے گا تو اس کا عجز ثابت ہوگا جو عاجز ہے وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ یا بت توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف اس لئے کہ کہ آپ کے غیض وغضب کا سبب یہی بت بنا تھا یا آپ کے فرمانے میں توریہ ہے، توریہ یہ ہے کہ کہنے والے کا مفہوم کچھ اور ہو، سننے والا کچھ اور سمجھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''بل فعله کبیرھم'' اُن کے بڑے نے کیا اس وقت پوری قوم میں بڑے ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ قوم نے سمجھا کبیر سے مراد بڑا بت لے رہے ہیں، جیسے حضرت سارہ علیہا السلام کا واقعہ ہے، ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا یہ خاتون کون ہے تو فرمایا میری بہن ہے آپ کی ایمانی بہن تھی لوگوں نے نسبتی بہن سمجھا یا جیسے آپ نے قوم کے ساتھ عید پر نہ جانے کا فیصلہ کیا تو فرمایا میں بیمار ہوں، آپ نے روحانی بیماری مراد لی کہ تمہاری بت پرستی سے تکلیف ہے، جبکہ قوم نے جسمانی بیماری سمجھ لی، بعض لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کیا کہ بت توڑے تو خود

ہیں نام بڑے بت کا لے لیا، نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت بہت بڑی گستاخی ہے اور عقیدۂ عصمت کے خلاف ہے اس قسم کے تمام اعتراضات کا جواب قرآن مقدس کا یہ ارشاد کافی ہے'' واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا '' آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے وہ بے شک بہت سچے نبی تھے۔ یہ توریہ تھا کذب نہیں۔

خدا پناہ نبی سے جھوٹ سرزد ہو تو لوگوں کا دین سے اعتماد ختم ہو جائے گا، بت توڑ کر مشرک قوم کو اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اگر یہ مختار ہوتے، خدا ہوتے تو کوئی انہیں توڑنے پر قادر کیسے ہو سکتا تھا ان کا برباد ہو جانا اور توڑنے والے کو روک نہ سکنا یہ کمزوری ہے مجبوری ہے کوئی کمزور مجبور خدا نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد نے ان کے چھکے چھڑا دیئے کہ توڑنے والے کے بارہ میں ان سے پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں تو آپ کے اس انداز نے انہیں لاجواب کر دیا اور آپس میں کہنے لگے بے شک تم ہی زیادتی کر رہے ہو۔ قوم نے جو اپنے کو ظالم کہا کہ اُسے اندازہ ہو گیا کہ بتوں کی عبادت کر کے ہم نے اپنے پر ظلم کیا ہے یا اس لئے اپنے کو ظالم کہا کہ کلہاڑا تو بڑے بت کے کندھوں پر ہے پھر ابراہیم ظالم کیسے ہوا یا اس لئے کہا کہ بتوں کو اکیلا چھوڑ کر باہر نہیں جانا چاہئے تھا یہ ہماری طرف سے ظلم ہے۔

شرم کے مارے ان کی گردنیں جھک گئیں ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے ایسے واضح دلائل کے ہوتے پھر بھی وہ مشرکانہ جہالت اور بتوں کی عبادت کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی معنی کیا ہے کہ انہیں ان کی بدبختی نے آلیا اور پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿٦٨﴾ قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِيۡنَ ﴿٧٠﴾

صدق اللہ العظیم

(ابراہیمؑ نے کہا) کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں (٦٦) تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (٦٧) انہوں نے کہا اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو (٦٨) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا (٦٩) انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلی سو ہم نے ان کو ناکام بنا دیا (٧٠)

تفسیر

ابراہیم علیہ السلام نے پھر ایک اور ضرب کاری لگائی اور فرمایا جاہلو! کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی تمہیں نقصان دے سکتے ہیں۔ افسوس تم پر اور ان بتوں پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو۔

قوم نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، تاریخی روایات میں اس طرح ملتا ہے کہ ایک مہینہ تک لوگ لکڑی اکٹھی کرتے رہے پھر آگ لگا کر سات دن تک اس کو بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ اب قوم نے ارادہ کیا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس میں ڈالا جائے اور ابراہیم جل جائے، تو سوچنے لگے ڈالا کیسے جائے؟ شیطان نے انہیں ترکیب بتائی کہ گوپیا میں رکھ کر پھینکا جائے جب یہ فیصلہ ہوا تو آسمان و زمین اور مخلوق چیخ اُٹھی کہ یا رب

تیرے خلیل پر کیا گزر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ابراہیم کی مدد کرو، فرشتوں نے خلیل علیہ السلام سے مدد کیلئے پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے میرا رب کافی ہے وہ میرا حال دیکھ رہا ہے، جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی آپ کو میری کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں خدمت انجام دوں فرمایا حاجت تو ہے مگر جبریل آپ کی طرف نہیں بلکہ اپنے رب کی طرف ''حسبی من سوالی علمہ بحالی'' وہ میرے سوال کو جانتا ہے تو مجھے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے اس کی قضا کے سامنے ابراہیم نے سر جھکا دیا۔

یہ ایک عظیم اور دردناک منظر تھا کہ اللہ کے خلیل کیلئے جلانے کا پروگرام بنایا گیا ہے، مخلوق دہل گئی، یا اللہ اگر یہ شمع بجھ گئی تو دنیا تاریک ہو جائے گی پھر لا الہ الا اللہ کی حسین و دلنواز صدائیں کون بلند کرے گا۔کفار نے اپنے اس ذلیل منصوبے کے تحت جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اس وقت آپ کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی ایک قول کے مطابق چھبیس سال تھی۔ابراہیم علیہ السلام کا جبریل علیہ السلام کو جواب دینا کہ میرا رب میرے حال کو جانتا ہے، دیکھ رہا ہے آپ کے عظیم حوصلہ اور توکل علی اللہ کی زبردست دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کے امتحان کا وقت ہے اس موقع پر آپ نے جبریل امین علیہ السلام سے کچھ کہنا مناسب نہ جانا کہ ایسا کرنا امتحان سے بچنے کے مترادف ہوتا اور آپ یہ نہیں چاہتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس صورت حال پر بارگاہ قدس سے حکم نازل ہوا، ہم نے آگ کو حکم کر دیا کہ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس آیہ کی تفسیر کے متعلق فرمایا کہ آگ ابراہیم علیہ السلام پر اس طرح ٹھنڈی ہوئی کہ آپ کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا۔سلامتی کا حکم نہ ہوتا تو صرف ٹھنڈی بھی نقصان پہنچا دیتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر وہ آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈک نہ ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ٹھنڈک سے فوت ہو جاتے اور دنیا میں جس جگہ بھی آگ تھی وہ بجھ جاتی۔اس آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیڑیوں اور زنجیروں کو جلا دیا تھا ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں میری زندگی

کے اچھے ایام وہ تھے جو آگ میں گزرے۔نمرود نے جھانک کر دیکھا تو ابراہیم علیہ السلام باغ میں بیٹھے تھے۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا مشرکین کی چلائی ہوئی مہم کو ہم نے ناکام بنادیا۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کیلئے برکت رکھی (۷۱) اور عطا کیا ہم نے اسے اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا اور ہم نے سب کو صالح بنایا (۷۲) اور ہم نے انہیں لوگوں کیلئے امام بنادیا اور وہ ہمارے حکم سے راہ دکھاتے تھے اور ہم نے انکی طرف وحی بھیجی کہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں اور زکوۃ دیا کریں اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے (۷۳)

تفسیر

ابراہیم علیہ السلام کے عظیم امتحان اور اس میں کامیابی کے بعد ہم ابراہیم اور لوط (علیہما السلام) کو نجات دے کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت فرمائی ہے۔ یہ زمین اپنی ظاہری باطنی حیثیت سے برکتوں والی زمین ہے، بہت انبیاء علیہم السلام اسی زمین میں پیدا ہوئے، ظاہری برکات آب وہوا کا اعتدال، نہروں اور چشموں کی روانی، پھل پھول اور ہر طرح کی نباتات کی کثرت برکت کو واضح کرتے ہیں۔شام کی برکات عام دنیا تک پہنچتی ہیں۔ابراہیم اور لوط علیہما السلام کو دشمنوں کے گھیرے سے نکال کر برکتوں والے علاقہ میں بھیج دیا یہ علاقہ سرزمین شام ہے یعنی عراق سے نکالا

اور شام بھیج دیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم سے بیزاری کے بعد شام کی طرف روانہ ہو گئے اس واقعہ بیان فرمانے میں حضور ﷺ کو اطمینان دلانا ہے کہ محبوب! ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی طرح مظالم ہوئے، قوم نے نافرمانی کی آپ ان مصائب پر صبر کریں، ابراہیم علیہ السلام نے بھی عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا ہو گی۔

آیہ مبارکہ میں سرزمین شام کو برکت والی جگہ قرار دیا گیا اس لئے کہ محشر کی زمین یہی ہے سبھی لوگ قیامت کو یہیں جمع ہوں گے اس لئے بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی یہیں ہو گا اس لئے بھی کہ دجال کذاب یہیں پر ہلاک ہو گا''بارکنا فیھا'' کا عموم بتاتا ہے کہ شام کا علاقہ تمام قسم کی برکات کا مرکز ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سیدنا لوط علیہ السلام بھی گئے آپ نے حضرت سارہ سے نکاح کر لیا، دین کی حفاظت کیلئے عراق چھوڑا، مشکلات برداشت کیں آپ نے کچھ عرصہ قیام حران میں کیا پھر ہجرت فرما کر مصر چلے گئے پھر مصر سے واپس شام آئے اور فلسطین قیام فرمایا، دشمن کے نرغہ سے بچ کر نکلنا بھی کرم ہے سفر کے ساتھی لوط علیہ السلام کا ہونا بھی کرم ہے، امن خیر سے شام پہنچنا بھی کرم ہے۔ ان انعامات کے علاوہ اگلی آیہ پاک میں مزید کرم کا ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ مجھے نیک بیٹا عطا فرما ہم نے دعا قبول فرمائی اور اسحٰق بیٹا بخش دیا، اس دعا پر مزید کرم یہ کیا کہ یعقوب پوتا عطا فرمایا، مزید نعمت یہ فرمائی کہ سب کو صالح اور نیک بنایا۔ مزید یہ کرم کہ ان کو امام بنایا، نبی بنایا لوگوں تک خدا کے احکام پہنچاتے رہے، یہ بھی کرم کیا کہ انہیں وحی سے نوازا، نماز کا حکم دیا، زکوٰۃ کا حکم دیا کہ لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں۔ یہ بھی ہمارا کرم ہے کہ یہ سب ہمارے عابدین ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا وَّنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓـئِثَ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فٰسِقِيۡنَ ۙ‏ ﴿۷۴﴾ وَاَدۡخَلۡنٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۷۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کا کام کرتے تھے، بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے (۷۴) اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بے شک وہ نیک لوگوں میں سے تھے (۷۵)

تفسیر

سورۃ الانبیاء میں انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں یہ تیسرا قصہ ہے، اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہم نے لوط علیہ السلام کو حکم عطا فرمایا یعنی نبوت بخشی یہ اُن پر ایک کرم کا ذکر ہے، دوسرا کرم یہ فرمایا کہ علم بھی عطا کیا تیسرا کرم یہ کیا کہ لوط علیہ السلام کو گندی بستی سے نکالا اس بستی سے مراد سدوم ہے، اس کے تابع سات بستیاں تھیں جن کو جبریل علیہ السلام نے اُلٹ کر تہہ و بالا کر ڈالا تھا صرف ایک بستی چھوڑی تھی جس میں لوط علیہ السلام اور مومنین رہ سکیں۔ اس بستی کے لوگ لڑکوں سے اپنی خواہش پوری کرتے تھے، چوتھا کرم یہ فرمایا کہ انہیں برے لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھا، بروں کی صحبت سے بچ جانا بھی اللہ کا عظیم فضل ہے اللہ نے لوط علیہ السلام کو اس سے بچایا۔

قرآن مقدس نے بری صحبت سے بچنے کیلئے ایک مقام پر اس طرح ذکر فرمایا ہے" فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین " پتہ چل جانے کے بعد ظالموں کی محفل میں نہ بیٹھو۔ نبوت کے عظیم انعام کے باعث آپ کے قلب انور پر انوار و تجلیات کی بارش ہونے لگی۔ نبوت کا کرم ایسا بے کنار سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَنُوۡحًا اِذۡ نَادٰى مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۚ﴿۷۶﴾ وَنَصَرۡنٰهُ مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۷۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور نوح کو یاد کیجئے اس سے پہلے جب انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُنکی دعا قبول کی اور ہم نے اُن کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی تکلیف سے بچالیا(۷۶)اور ہم نے ان کی ان لوگوں کے مقابلہ میں مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا بے شک وہ بہت بُرے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا(۷۷)

تفسیر

اس سورۃ میں جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ان میں یہ چوتھے جلیل القدر نبی حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔اس آیہ کریمہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے جو آپ نے بارگاہ قدس میں عرض کی، میں نے قوم کو صبح شام حق کی دعوت دی مگر یہ قوم نہیں مانی۔" رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا"اے میرے رب! روئے زمین پر سب کافروں کو ہلاک کردے۔چنانچہ دعا قبول ہوئی طوفان آیا اور کفار برباد ہو گئے ،نوح علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں کو اس دردناک تکلیف سے نجات دیدی۔مزید فرمایا گیا ہم نے نوح کی مدد ان لوگوں کے مقابلہ میں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا وہ بہت برے لوگ تھے ہم نے سب کو غرق کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کو اور ان کے اہل کو نجات دی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا تھا اور کرب عظیم سے مراد یہ ہے کہ قوم آپ کو جھٹلاتی تھی اس وجہ سے آپ کو غم لاحق ہوتا تھا اس غم کو اس اذیت کو کرب عظیم فرمایا گیا۔جس سے ان کو نجات دی گئی یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ دعا کے قبول ہونے میں انہیں انتظار تھا اس وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی جب دعا قبول ہوگئی

اور کفار غرق کر دیئے گئے تو اس غم سے نجات مل گئی۔ آپ کی ایک دعا کا ذکر قرآن مقدس میں اس طرح بھی ہے "فدعا ربه انی مغلوب فانتصر" اے میرے رب میں مغلوب ہوں مدد فرما۔ نوح علیہ السلام کا لقب ابوالبشر ثانی ہے کہ طوفان نوح کے بعد جو نسل انسانی چلی وہ صرف آپ کے بیٹوں حام، سام، یافس، اخنوح سے چلی۔ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ تبلیغی زندگی نوح علیہ السلام کی ہے ۹۵۰ سال تبلیغ فرمائی جس سے چار سو آدمی مومن بنے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

صدق اللّٰه العظیم

داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو یاد کیجئے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے (۷۸) سو ہم نے ان کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو قوت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا جو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی اور ہم ہی ہر کام کرنے والے ہیں (۷۹)

تفسیر

نوح اور لوط علیہما السلام کے واقعہ کے بعد داؤد و سلیمان علیہما السلام کا واقعہ فرمایا جا رہا ہے۔ محبوب! ان عظیم شخصیتوں کا بھی ذکر اپنی امت کے سامنے بیان فرما دیں کہ ان کی حقیقی شان نمایاں ہو جائے۔ یہود و نصاریٰ نے جو خرافاتی واقعات لکھے کہ ان کا پردہ فاش ہو جائے اس واقعہ کی تفصیل کتب تفسیر میں اس

طرح ملتی ہے۔ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کے کھیت میں چلی گئیں اور کھیت اُجاڑ دیا کھیت کا مالک داؤد علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوا، مقدمہ پیش کیا آپ نے بکریوں کے مالک کو بھی بلا لیا دونوں کے بیانات ہو گئے آپ نے فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں کہ بکریوں کی مالیت کھیت کے نقصان کے برابر تھی۔اس فیصلہ کے موقع پر سلیمان علیہ السلام بھی موجود تھے آپ ابھی چھوٹی عمر کے تھے، سلیمان علیہ السلام نے کہا ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت کے مالک کے سپرد کر دی جائیں وہ دودھ پیئے، فائدہ اُٹھائے اور بکریوں والے کو حکم دیا جائے وہ کھیت کی نگرانی کرے دیکھ بھال کرے جب کھیت ٹھیک حال میں ہو جائے تو کھیت والے کو کھیت دے دیا جائے اور بکریوں کا مالک اپنی بکریاں لے لے یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام بہت خوش ہوئے چنانچہ اسی پر فیصلہ کیا گیا۔

داؤد و سلیمان علیہما السلام کے ایک اہم فیصلہ کے ذکر کے بعد ان کے الگ اعزازات کا ذکر فرمایا جارہا ہے سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا پہاڑ اُن کے تابع تھے، پرندے مطیع تھے جب آپ اللہ کی حمد و تسبیح میں مصروف ہوتے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ جاتے بعض حضرات نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ پہاڑ گونج جاتے یہ مفہوم قطعی صحیح نہیں ایسا تو کسی بھی شخص کی آواز پر ہو جاتا ہے اس میں نبوت کا کیا خاصہ ہوا۔ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح ایسے ہی تھی جیسے حضور ﷺ کے حکم سے کنکروں نے کلمہ پڑھا اور لوگوں نے سنا۔داؤد علیہ السلام کے کمالات میں ایک کمال یہ تھا کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے اور ساتھ تسبیح پڑھنے لگ جاتے۔یہ تسخیر آپ کا معجزہ تھا۔ پہاڑوں اور پتھروں میں حیات و شعور ان کی حیثیت کے مطابق موجود ہے آپ کی آواز مبارک کا حسین انداز یہی معجزہ تھا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز تھے، قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے حضور ﷺ نے تلاوت سنی تو فرمایا ابوموسیٰ کو اللہ نے داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی دی ہے، ابوموسیٰ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ مجھے پتہ ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو اور زیادہ حسین انداز اختیار کرتا، معلوم ہوا تلاوت قرآن حکیم میں حسن

صوت اور اچھا لہجہ ایک درجہ مطلوب ہے۔داؤد علیہ السلام کے فضائل میں بہت سی روایات ملتی ہیں،عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کے روزے بہت پسند ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے، زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی تھی وہ آدھی رات نیند کرتے تھے اور ایک تہائی قیام کرتے تھے رات کے چھٹے حصہ میں پھر نیند کرتے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے داؤد کو تمہارے لئے لباس بنانا سکھایا تا کہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے پس کیا تم شکر ادا کرو گے (٨٠) اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اُن کے حکم سے اس زمین پر چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں (٨١) اور کچھ جنات بھی ان کے تابع کر دیئے تھے جو اُن کے حکم سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کام کرتے تھے اور ہم ہی ان کی نگرانی کرنے والے تھے (٨٢)

تفسیر

داؤد علیہ السلام پر ایک اور کرم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے انہیں زرہ بنانے کا طریقہ سکھایا، یہ لوہے کی زرہ ہے جسے جنگ میں حفاظت کیلئے پہنا جاتا ہے اسی عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا گیا ''والنا لہ الحدید'' ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا، لوہا نرم کرنے کی دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ایک یہ کہ لوہے کوان کے ہاتھ موم کی طرح کر دیا گیا جیسے چاہتے بنا لیتے یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو لوہے کو آگ میں ڈال کر پگھلا کر نرم کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ پہلی صورت زیادہ سمجھ آتی ہے جس سے آپ کی شان نبوت نمایاں ہوتی ہے، دوسری صورت آگ میں پگھلانا اور لوہے کا موڑنا، بنانا تو آج بھی عام ہے۔

زرہ سازی صنعت سکھانے میں حکمت میں بتادی گئی کہ تمہیں زرہ تلوار کے خطرہ سے محفوظ رکھ سکے۔ آیہ کریمہ کے انداز سے واضح ہو رہا ہے کہ صنعت کے ذریعہ کام کاج کرنا لوگوں کو سکھانا ثواب میں داخل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے مختلف کاموں کے ظہور کا پتہ چلتا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی کا کام فرمایا ہے اور زمیندارہ کو عظمت بخشی، نوح علیہ السلام نے لکڑی کا کام کیا اور ترکھان کو شرف بخشا، ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کا کام فرمایا اور مستری کو عظمت دی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے رنگ سازی کا کام کیا اور رنگ سازوں کا مقدر چمکایا، ہمارے نبی کریم ﷺ نے تجارت کرکے تاجروں کا سر اونچا کیا، بکریاں چرا کر چرواہوں کی گڈی چڑھادی۔

اگلی آیہ کریمہ میں سلیمان علیہ السلام پر کرم کا ذکر فرمایا جیسے داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑ اور پرندے مسخر کر دیئے گئے تھے ایسے ہی سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کا مسخر کرنا ہے یہ ہوا آپ کے تخت کو اُٹھا لیتی جہاں چاہتے لے جاتی جہاں اُترنا چاہتے اُتار دیتی، یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینہ کی مسافت طے کر لیتا اور دوپہر سے شام تک ایک مہینہ کی۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس تخت پر کرسیاں رکھی جاتیں، سامان حرب رکھا جاتا اہل ایمان انسان سوار ہوتے اور جن بھی سوار ہوتے پرندوں کو حکم ہوتا وہ اس تخت پر سایہ کرتے، سلیمان علیہ السلام تخت نشینی کے وقت اللہ کے حضور سر جھکائے شکر میں مصروف رہتے تھے۔ (ابن کثیر)

سیدنا سلیمان علیہ السلام پر دوسرے کرم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ ان کیلئے جنات وشیاطین کو مسخر کر دیا گیا جو دریاؤں میں غوطے لگا کر سلیمان علیہ السلام کیلئے جواہرات نکال لاتے تھے اور اس کے علاوہ اور بھی کام کرتے تھے جن کا ذکر دوسری آیات میں آتا ہے، مکانات تیار کرتے تھے، محرابیں بناتے تھے پتھروں سے بڑے بڑے پیالے تیار کرتے اُن سے اور بھی کام لئے جاتے تھے اور فرمایا ہم ان کے محافظ تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے (۸۳) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی پس جو ان کو تکلیف تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے دگنے اہل و عیال عطا فرمائے اور یہ عبادت کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے (۸۴) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صبر کرنے والے تھے (۸۵) اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا بے شک یہ سب نیکوکار تھے (۸۶)

تفسیر

اس سورۂ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کا ذکر ہے یہ چھٹا قصہ ہے اس سے پہلے سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہوا، آپ کی حکومت عظمت کی تفصیل گزری ہے، اب سیدنا ایوب علیہ السلام کا ذکر

فرمایا گیا ہے آپ اللہ کے جلیل القدر نبی گزرے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار انعامات سے نوازا۔ انعامات کا اس سے اندازہ لگائیں کھیتی باڑی کرنے کیلئے آپ کے پاس بیلوں کی پانچ سو جوڑیاں تھیں، ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں تھیں، بیٹے اور بیٹیوں سے نوازے گئے قدرت کی طرف سے جب آزمائش کا سلسلہ شروع ہوا تو ساری کھیتیاں جل گئیں، بھیڑ بکریاں ہلاک ہوگئیں سارے بیٹے بیٹیاں لقمہ اجل بن گئے۔جسم شریف میں ایک مرض لاحق ہوا، پیپ بہنے لگی مال و جائیداد ختم ہو گئے، اہلیہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کیلئے ضروریات فراہم کرتیں۔سیدنا ایوب علیہ السلام کا یہ امتحان بڑا امتحان تھا، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں"اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الصالحون ثم الامثل فالامثل او کما قال ﷺ سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائش انبیاء علیہم السلام کو پیش آئی ہیں ان کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بدرجہ، ایک اور روایت میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، ہر انسان کی آزمائش اس کی دینی صلاحیت اور مضبوطی کے اندازے سے ہوتی ہے جو دین میں جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی آزمائش زیادہ ہوتی ہے تا کہ اسی مقدار سے اس کے درجات اللہ کے حضور بلند ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلابت وصبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا۔یزید بن میسرہ فرماتے ہیں ایوب علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی اللہ تو نے مجھے مال و دولت عطا فرمایا اس پر تیرا شکر ادا کرتا ہوں پھر اس پر بھی تیرا شکر ادا کرتا ہوں تو نے مجھے ان ساری چیزوں سے فارغ کر دیا اب میرے اور تیرے درمیان حائل ہونے والی کوئی شئ باقی نہ رہی۔آپ بیماری کے عالم میں باہر عام جگہ پر سات سال تک رہے، پیغمبرانہ عزم وضبط کا یہ عالم ہے کہ دعا کرنے کی صورت میں بھی سوچتے کہیں یہ انداز بھی بے صبری میں داخل نہ ہو جائے۔پھر ایک ایسا وقت آیا جس نے دعا کرنے پر مجبور کر دیا یہ دعا دعا ہی تھی بے صبری نہ تھی، رب قدوس نے بھی ان کے کمال صبر پر مہر ثبت کر دی فرمایا" انا وجدناہ صابرا"ہم نے اُسے صابر پایا، دُعا کے بارہ میں فرمایا گیا ہم نے اس کی دعا قبول کر لی۔اُن کی تکلیف کو دور کر دیا اور ہم نے

ان کو اپنی رحمت سے دوگنا اہل وعیال عطا فرمائے اور یہ عابدوں کیلئے نصیحت ہے۔ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں،دعا قبول ہوئی تو حکم ہوا زمین پر ایڑھی مارو، پانی نکلے گا اس سے غسل کر کے وہ پانی پیو چنانچہ ایسے ہی کیا تو ساری بیماری یکسر ختم ہوگئی جسم اصلی صورت میں ہوگیا، جنت سے لباس آیا جو آپ نے پہنا اور اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ گئے ۔اہلیہ آئیں تو اس جگہ ایوب علیہ السلام کو نہ دیکھ کر گھبرا گئیں کہ کسی جانور نے حملہ نہ کر دیا ہو، آپ سے پوچھا اے بندۂ خدا کیا تمہیں معلوم ہے یہاں ایک بیمار تھا وہ نظر نہیں آ رہا۔ایوب علیہ السلام نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں،اللہ نے میری دعا قبول فرمالی اور میرا بدن از سر نو درست فرما دیا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر آپ کو مال و دولت بھی دیدیا گیا،اولاد بھی اور اولاد کی تعداد کے برابر مزید اولاد بھی دیدی۔(ابن کثیر)

سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارہ میں قرآن مقدس کا انداز حسین ترین ہے جس سے بندہ ایوب علیہ السلام کا روحانی قرب محسوس کرتا ہے اس کے برعکس بائیبل کا انداز آپ کی عظمت ، برتری ، حوصلہ،تحمل، بردباری کو پامال کرتا دکھائی دیتا ہے (والعیاذ باللہ)۔اس سلسلہ میں مزید معلوم کرنا ہو تو صحیفہ ایوب باب ۳ کا مطالعہ آنکھیں کھول دے گا۔ایوب علیہ السلام کے ذکر کے بعد اسماعیل،ادریس، ذی الکفل کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ سب صابروں کے گروہ سے تھے اور ہم نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل کرلیا وہ یقیناً نیک بندوں سے تھے۔

یہ انبیاء علیہم السلام کا ساتواں قصہ ہے،حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے بعد اسماعیل،ادریس اور ذی الکفل علیہم السلام کا واقعہ فرمایا گیا۔ان حضرات نے بھی مشکلات ومصائب میں صبر سے کام لیا اسماعیل علیہ السلام والد کے حکم پر ذبح کئے جانے کو صبر سے تسلیم کیا،ابراہیم علیہ السلام نے غیر آباد علاقہ میں چھوڑا اور آپ چلے گئے اس پر بھی صبر کیا،ان مشکلات پر صبر کا پھل جو ملا وہ عظیم ہے کہ حضور ﷺ ان کی پشت سے تشریف لائے ۔ادریس علیہ السلام نے قوم کے دکھوں پر صبر کیا اللہ نے اُنہیں چوتھے آسمان پر اُٹھالیا،

حضرت ذوالکفل کا ذکر اسماعیل وادریس علیہما السلام کے ساتھ فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے وہ نبی تھے بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے مگر جمہور کا قول یہی ہے آپ نبی تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۗ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور مچھلی والے کو یاد کیجئے جب وہ غضبناک ہو کر نکلے تو انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو پاک ہے بیشک میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے تھا (۸۷) تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور اُن کو غم سے نجات دیدی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں (۸۸)

صدق اللّٰہ العظیم

تفسیر

حضرت یونس علیہ السلام کے دو القاب کا پتہ چلتا ہے، ذوالنون اور صاحب الحوت، مچھلی والا۔ آپ کو کئی روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ پیش آیا، اسی مناسبت سے آپ کو ذوالنون کہا جاتا ہے اور صاحب الحوت کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کی بستی نینویٰ کی طرف بھیجا گیا کہ لوگوں کو ہدایت کی راہ پر چلائیں، بستی والوں نے سرکشی سے کام لیا اور ہدایت پر نہ آئے، بستی والوں کی اس سرکشی پر یونس علیہ السلام ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور لوگوں سے کہا تم پر تین دن کے اندر عذاب آئے گا قوم اپنے بال بچے لے کر جنگل کی طرف چلی گئی اور عذاب کی خبر سے ڈر کر آہ وزاری شروع کر دی، اپنے گناہوں کی معافی چاہی، اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آگیا اور ان کی آہ وزاری کو قبول کرلیا اور عذاب ٹال دیا۔ سیدنا

یونس علیہ السلام کے خیال میں رہا کہ عذاب آچکا ہوگا اور قوم ہلاک ہوگئی ہوگی جب یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا تو پریشانی ہوئی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے، آپ کو اپنی جان کا بھی خطرہ ہوا کہ جھوٹ ظاہر ہونے پر قتل کر دیا جاؤں گا۔ قوم میں رواج تھا کہ جھوٹے کو قتل کر دیا جاتا تھا آپ نے قوم میں واپس جانے کی بجائے کسی اور جگہ ہجرت کا ارادہ فرما لیا۔ راستہ میں دریا تھا دریا پار کرنے کیلئے کشتی پر سوار ہوئے، اتفاق سے کشتی گرداب میں پھنس گئی، ڈوبنے کا خطرہ ہوا تو ملاحوں نے طے کیا، کشتی میں سوار لوگوں سے کسی کو دریا میں ڈال دیا جائے تو کشتی بچ سکتی ہے، سواریوں کے نام پر قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا، تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام کا نام نکلا چنانچہ یونس علیہ السلام نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ ادھر بارگاہ قدس سے ایک مچھلی کو حکم ہوا وہ دریا کو چیرتی یہاں پہنچ گئی اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا، مچھلی کو حکم ہوا کہ یونس کو نقصان نہ پہنچے یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند دنوں کیلئے یونس کی قیام گاہ ہے۔ یونس علیہ السلام کا قوم کو چھوڑ کر جانا اور بقصد ہجرت سفر فرمانا، یہ اپنے اختیار پر ہو، اگرچہ صریح حکم کے بغیر یہ سفر کرنا کوئی گناہ نہ تھا مگر قدرت کو یہ طرز عمل پسند نہ آیا کہ آپ نے وحی کا انتظار کئے بغیر فیصلہ کر لیا یہ گناہ نہ تھا مگر خلاف اولیٰ تھا، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت بلند و بالا ہوتی ہے اسی بناء پر ادنیٰ کوتاہی خلاف اولیٰ پر بھی گرفت ہوتی ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں چندروزہ قیام عذاب کے طور پر نہیں بلکہ تادیب کے طور پر تھا۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا جب یونس علیہ السلام غصہ میں آکر چلے گئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے پکارا تو ہم نے دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا یونس علیہ السلام کی یہ دعا جو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی "لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین" جو کوئی مسلمان اپنے کسی مقصد کیلئے ان کلمات سے دعا کرے گا تو اللہ قبول فرمائے گا (مظہری)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا
تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝٨٩
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ
اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا
يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا
رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝٩٠

صدق اللہ العظیم

اور زکریا کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے(۸۹) تو ہم نے ان کی دعا سن لی اور ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے ان کی بیوی کو تندرست کر دیا بے شک وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور شوق اور خوف سے ہم سے دعائیں کرتے تھے اور وہ ہم سے عاجزی کرنے والے تھے(۹۰)

تفسیر

حضورﷺ کو ایک اور جلیل القدر نبی حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر ہے جب آپ نے اپنے رب کو پکارا کہ میرے اللہ! مجھے دنیا میں اکیلا نہ چھوڑ، دنیوی وارث بھی عطا فرما جو میری نبوت کا منصب سنبھال سکے اور میرا یقین کامل پہلے ہی ہے کہ بہترین وارث تو ہی ہے کہ عام وراثتیں تو عارضی ہیں، حقیقی وراثت تیری ہی ہے۔ ظاہر باطن دکھ سکھ موت وحیات کے مراحل میں کامل قوت تو ہی ہے تیری حفاظت کے ہوتے ہوئے مجھے کسی دوسرے محافظ کی ضرورت نہیں، وارث تو تُو ہی کافی ہے مجھے اپنا جانشین چاہیئے جو میری دینی خدمات کو سنبھال سکے۔ میری موجودہ قوم میں مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آتا اس لئے تو مجھے اولاد عطا فرما، میرے اللہ اگرچہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری بیوی بھی بڑھاپے کو پہنچ چکی ہے بظاہر اس سے اولاد ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر تو اپنے فضل سے مجھے بے موسم پھل دینے پر قادر ہے۔ تو ہم نے زکریا علیہ السلام کی دعا کو سن لیا اور قبول کر لیا ہم نے اپنی قدرت وحکمت سے انہیں یحییٰ عطا فرما دیا۔ اس عطا کیلئے ہم نے ان کی بوڑھی اور بانجھ بیوی کو اولاد کی صلاحیت والا بنا دیا،

دونوں میاں بیوی بوڑھے تھے مگر اسی حالت میں بیٹا عطا فرما دیا ہم اپنے انبیاء ورسل کی دعا قبول کر لیتے ہیں کہ وہ ہمارے معزز بندے ہیں اور ہر نیکی کو بغیر سستی کے انجام دیتے ہیں ان کی دعاؤں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ہم پر کامل یقین کی رغبت اور خوشی کے ساتھ دعائیں نکلتی ہیں ان دعاؤں میں ہمارے کمال کی رغبت بھی ہوتی ہے اور جلال کی ہیبت بھی۔ انبیاء ومرسلین کی اس مبارک صفت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ ہمارے قرب میں کمال خشیت سے رہنے والے ہیں ان کی زبانوں پر رغبت ہے، دلوں میں خشیت ہے، سینوں میں محبت کی حرارت ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خلاصہ حیات انہیں اشیاء میں محسوس ہوتا ہے، تعلیم وتبلیغ اور تربیت۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا قرآن مقدس میں اٹھارہ آیات مبارکہ میں مختلف سورتوں میں ذکر ملتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے آپ نے کبھی کوئی پیسہ جمع نہیں کیا، گھریلو اخراجات سے جو کچھ بچتا تھا خیرات کر دیتے تھے۔ آیہ مبارکہ کے حصہ "یسارعون فی الخیرات" میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے آبائی گھر مختصر سا تھا بیت المقدس کے ساتھ تھا، آپ کے معمولات کچھ اس طرح تھے، آدھی رات سے عبادت شروع کرتے، طلوع آفتاب کے بعد بیت المقدس کے انتظامات کی نگرانی فرماتے اور منتظمین کو ذمہ داریاں بتاتے۔ عشق الٰہی میں آنکھیں تر رہتی تھیں، یادِ الٰہی میں زبان جاری رہتی، گفتگو مختصر فرماتے، آہستہ بولتے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا
فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾
وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَیْنَا
رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ ۚ
وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

صدق اللہ العظیم

اس عورت (مریمؑ) کو یاد کیجئے جس نے اپنی پاکبازی قائم رکھی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک دیا اور اس کو اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا (۹۱) بے شک یہ تمہاری ملت ہے جو در حقیقت ایک ہی ملت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری ہی عبادت کرو (۹۲) اور انہوں نے اپنے دین میں مختلف فرقے بنا لئے وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں (۹۳) جس نے اچھے کام کئے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اور ہم اس کیلئے اس کے اعمال کو لکھنے والے ہیں (۹۴)

تفسیر

اس سورۂ پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متعلقین کے قصوں میں یہ دسواں قصہ ہے، اس عورت کا ذکر کیجئے جس نے اپنی ناموس کو (مردوں سے) بچایا، نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی پھر ہم نے جبریل کے واسطہ سے اُن میں اپنی روح پھونک دی جس سے اُنہیں بے شوہر حمل ہو گیا اور ہم نے ان کو اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا والوں کیلئے قدرت کاملہ کی نشانی بنا دیا کہ دنیا والے دیکھ سن کر سمجھ لیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہے اور بغیر ماں باپ کے بھی، جیسے آدم علیہ السلام آیہ مبارکہ میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں اللہ کی قدرت کی کئی نشانیاں ہیں بغیر شوہر کے

حاملہ ہونا نشان ہے، حضرت مریم کو رزق جنت سے آتا تھا نشانی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت سی نشانیاں ہیں بغیر باپ کے ہوئے، بچپن میں کلام کیا، مردے زندہ کرتے تے، مادرزاد اندھوں کو شفا دیتے تھے، انہیں آسمان پر اُٹھالیا گیا یہ سب نشانات قدرت ہیں۔ اگلی آیہ پاک میں فرمایا تمہاری ملت درحقیقت ایک ہی ملت ہے، تمام روئے زمین کے لوگوں کو ایک ہی ملت کی دعوت دی گئی تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی دین دین اسلام ہے جیسے حدیث پاک میں ارشاد ہے، ''ابونا واحد امهاتنا شتّٰی'' ہم سب انبیاء کا باپ ایک ہی ہے (اسلام) مائیں مختلف ہیں یعنی شریعتیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی دعوت دی اللہ کو مانو وہی سب کا خالق و مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ کا پیغام پہنچانے والے رسول اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں دین کے اندر فرقے بنانے کی مذمت کی گئی ہے، حضور ﷺ نے بھی فرمایا یہود کے اکہتر یا بہتر فرقے تھے ایسے ہی نصاریٰ کے بھی اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک ملت کے سوا باقی سب دوزخ میں ہوں گے، عرض کی گئی یارسول اللہ جنت میں کونسی ملت جائے گی فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ جنت کا حقدار وہی ہوگا جس نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو مانا، حرام سے بچا، اللہ تعالیٰ اُسے اعمال کی بہترین جزا دے گا، نیک اعمال کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے بہت سے غیر مسلم صدقہ خیرات، سرائے کی تعمیر، فقراء یتامیٰ کی سرپرستی میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کفار و مشرکین کو ایسے اعمال کا صلہ دنیا میں ہی مل جائے گا قیامت کے دن نہیں ہوگا کہ ایمان کی دولت سے محروم رہے جیسے حدیث پاک میں ارشاد ملتا ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابن جدعان دور جاہلیت میں اچھے کام کرتا تھا، غریبوں، مسکینوں کو کھلاتا تھا، صلہ رحمی کرتا تھا کیا یہ عمل اُسے فائدہ دیں گے فرمایا یہ اعمال اُسے نفع نہیں دیں گے (کہ ایمان نہیں تھا)۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اُن کا لوٹ کر آنا محال ہے (۹۵) حتیٰ کہ جب یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے (۹۶) اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا اس وقت کفار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (وہ کہیں گے) افسوس ہماری بدقسمتی بے شک ہم تو غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظلم کرنے والے تھے (۹۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے جس بستی کو ہم نے عذاب سے ہلاک کر دیا ہے وہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے دنیا میں آ کر نیک عمل کرنے کی ان کی خواہش پوری نہیں ہوگی۔ اب تو صرف روز قیامت کی زندگی ہوگی، ان کا دوبارہ دنیا میں زندہ ہو کر لوٹنا ناممکن ہے اس ناممکن لوٹنے کی حد یہ بتائی گئی کہ دوبارہ زندہ ہو کر لوٹنا ناممکن اس وقت تک ہے جب تک کہ واقعہ یاجوج ماجوج کا پیش نہ آ جائے جو قیامت کی قریبی نشانی ہے۔

آیہ کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کی رکاوٹ ٹوٹ جائے گی۔ یہ وہ دیوار ہے جسے ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچنے کیلئے بنایا تھا اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یاجوج ماجوج سیلاب کی طرح اُمڈ آئیں گے اس کے بعد جلدی قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک موقعہ پر حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے ہم صحابہ گفتگو کر رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کیا باتیں کر رہے ہو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قیامت کے یہ نشانات ظاہر نہ ہوں گے، پھر آپ نے نشانات کی تفصیل

فرمائی۔سورج مغرب سے طلوع ہوگا، دجال آئے گا، دابۃ الارض نکلے گا، عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، تین بار زمین دھنسے گی، یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ (آیہ کریمہ میں یاجوج ماجوج کیلئے لفظ ''فتحت'' استعمال فرمایا گیا ہے جس کا ظاہری معنی یہی ہے کہ اس وقت تک کسی رکاوٹ میں رہیں گے یہ رکاوٹ سدّ ذوالقرنین ہے جو اس وقت ختم ہو جائے گی خواہ اس سے پہلے ہی ٹوٹ چکی ہو مگر ان کیلئے راستہ ہموار اسی وقت ہوگا ''حدب'' ہر اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے ان کی جگہ دنیا کے شمالی پہاڑوں کے پیچھے ہے وہ تیزی سے اُتریں گے اور میدانی علاقوں میں آ کر قتل کا بازار گرم کر دیں گے۔) ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو میدان محشر میں لے جائے گی، سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس دن ہر شخص کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، خوف اور دہشت سے کوئی شخص پلک بھی نہیں جھپک سکے گا۔ اس وقت کفار و مشرکین جو حضور علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے وہ اس دن افسوس کریں گے اور کہیں گے افسوس! ہم غافل رہے

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلقِهٖ

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾

صدق اللہ العظیم

(اے مشرکو!) تم اور جن چیزوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہوں گے تم اس میں داخل ہونے والے ہو (۹۸) اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (۹۹) ان کی اس میں چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سن سکیں گے (۱۰۰) بے شک جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے ہی مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے

جائیں گے (۱۰۱) وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ
سنیں گے اور انہوں نے جن لذتوں کو چاہا تھا ان
میں ہمیشہ رہیں گے (۱۰۲)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں مشرکین مکہ سے خطاب فرمایا گیا اے گروہ مشرکین تمہیں اور تمہارے خود ساختہ معبودوں کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا۔ جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو عبداللہ بن الزبعری نے کہا پھر تو صرف ہمارے بت ہی نہیں، عیسیٰ اور عزیر (علیہما السلام) بھی مصداق بنیں گے۔ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ رکھا۔ ان کا اعتراض سن کر حضور ﷺ نے فرمایا ہر وہ آدمی جس نے یہ پسند کیا کہ اللہ کے سوا اس کی بھی پوجا کی جائے اُسے بھی اُس کے پجاریوں کے ساتھ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام قطعی طور پر اس ضابطے سے دور ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی کسی وقت بھی یہ پسند نہیں کیا کہ ان کی پرستش کی جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں ''ما'' کا لفظ ہے اور یہ لفظ غیر ذوی العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے، عقل والوں پر استعمال ہی نہیں ہوتا۔ ابن الزبعری کے جواب میں اگلی آیہ پاک نازل ہوئی جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے بھلائی اور اچھا نتیجہ مقدر ہو چکا ہے وہ جہنم سے بہت دور رہیں گے اور دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور انہوں نے جن لذتوں کو چاہا تھا اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا مشرکین کی دوزخ میں چیخ و پکار ہوگی وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔ قیامت میں اُن کے نہ سن سکنے کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ وہ اس لئے نہ سن سکیں گے ہم انہیں بہرہ اُٹھائیں گے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وہ آہستہ بات نہ سن سکیں گے۔ فرشتے زور سے جو کچھ کہیں گے سن لیں گے۔

''ان الذین سبقت لھم منا'' میں فرمادیا گیا جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے مقرر

ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ سورۂ مریم میں قرآن مقدس کا یہ ارشاد "وان منکم الا واردھا" کہ ہر شخص کو دوزخ میں وارد ہونا ہے۔ وارد کا معنی داخل ہونا نہیں جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق ارشاد ہے" فارسلوا واردھم "انہوں نے اپنے وارد کو بھیجا، وہ بھائی کنویں کے اندر داخل نہیں ہوا تھا، ادھر کھڑے ہو کر ہی دیکھا تھا۔ وہاں وارد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوگا اگر داخل ہونا ہی معنیٰ کیا جائے تو ایسے ہوگا جیسے ابراہیم علیہ السلام آگ میں داخل کئے گئے مگر آگ ان پر گلزار رہی، وارد کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ سبھی کو پل صراط سے گزرنا ہوگا اور پلصراط سے گزرنا جہنم میں داخل ہونا نہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

صدق اللّٰہ العظیم

بڑی گبھراہٹ بھی انہیں غمگین نہیں کر سکے گی فرشتے اُن کا استقبال کرتے ہوئے (کہیں گے) یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (۱۰۳) جس دن ہم آسمانوں کو کاغذوں کی طرح لپیٹ دیں گے جس طرح ہم نے شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کریں گے (۱۰۴) اور ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے (۱۰۵) بیشک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کیلئے عظیم پیغام ہے (۱۰٦)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے نیک پاک بندوں کی عظمت کا ذکر فرمایا ہے، قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے پریشانی کی حالت میں اُٹھیں گے، عظیم جشن ہوگا کہ فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے وہ مبارک دن جس کا انتظار کرتے کرتے زندگی گزاری وہ آ گیا ہے، دنیا میں کی گئی عبادتوں ریاضتوں کا عظیم ثمرہ آج دیا جائے گا اس فزع اکبر کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد صور کا نفخہ ثانیہ ہے جس سے مردے زندہ ہوکر حساب کیلئے کھڑے ہوں گے۔ ابن عربی کہتے ہیں نفخات تین ہوں گے پہلا نفخہ فزع ہوگا جس سے لوگ گھبرا کر اُٹھیں گے، دوسرا نفخہ صعق ہوگا جس سے مرجائیں گے تیسرا نفخہ بعث ہوگا جس سے مردے زندہ ہوجائیں گے۔

اگلی آیہ کریمہ میں قیامت کے منظر کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس دن آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح کوئی صحیفہ اپنے اندر لکھی ہوئی تحریر کے ساتھ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے مفہوم کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں رکھے گا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو ان کے اندر کی ساری مخلوق کے ساتھ اور ساتوں زمینوں کو اس کی تمام مخلوق کے ساتھ لپیٹ کر ایک جگہ کردے گا اور یہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ایک رائی کے دانے کی مثل ہوگا۔ (ابن کثیر)

آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں فرمایا ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس جگہ ذکر سے مراد تورات ہے اور زبور سے مراد وہ سب کتابیں جو تورات کے بعد نازل کی گئیں، ابن زید کہتے ہیں ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے۔ آیہ مبارکہ میں ارض سے مراد ارض جنت ہے جس کے وارث نیک لوگ ہوں گے دنیا کی زمین

کے وارث تو سبھی لوگ ہو جاتے ہیں، مومن ہوں یا کافر۔ یہاں صالحین کا وارث ہونے کا ذکر قیامت کے بعد آیا ہے اور قیامت کے بعد جنت کی زمین کے سوا کوئی دوسری زمین نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے مراد عام زمین ہے دنیا کی بھی اور جنت کی بھی، جنت کی زمین کے تو تنہا وارث نیک لوگ ہوں گے دنیا کی زمین کا وارث ہونا بھی ایک وقت میں مومنین کیلئے ثابت ہے۔ ''ان الارض لِلّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ ''زمین اللہ کی ہی ہے اور وہ اپنے بندوں سے جسے چاہے وارث بنا دے۔ دنیا پر صالحین کا وارث ہونا ایک وقت ہو بھی چکا ہے اور پھر مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔ یہی جمہور کا فیصلہ ہے، یہاں ارض سے مراد ارض جنت ہی ہے، مضمون کے اختتام پر فرمایا''ان فی ھذا''اس قرآن میں فرمائے گئے احکام وارشادات انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے کیلئے کافی ہیں ان پر عمل کرنے والا کامیابی وکامرانی سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (۱۰۷) آپ کہئے میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے سو کیا تم اسلام لانے والے ہو (۱۰۸) پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہئے میں واضح طور پر خبردار کر چکا ہوں اور میں (ازخود) نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا دور (۱۰۹)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ آپ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں، وہ عالم ارواح ہو یا عالم اجسام، آپ کا رحمت ہونا سبھی کیلئے ہے مومن ہو یا کافر مومن کیلئے تو آپ دنیا و آخرت دونوں کیلئے رحمت ہیں اور جو ایمان نہیں لایا اس کیلئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت اس کے عذاب میں تاخیر ہوئی، پہلی قوموں میں زمین میں دھنس جانے کا عذاب آیا مگر یہ قوم عذاب سے بچ گئی۔ پہلی قوموں میں شکلیں مسخ ہونے کا عذاب آیا مگر یہ قوم اس عذاب سے محفوظ رہی۔ پہلی قوموں میں نام و نشان مٹا دینے کا عذاب آیا مگر یہ قوم محفوظ رہی۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو اللہ پر ایمان لایا اس کیلئے دنیا و آخرت میں رحمت لکھ دی جاتی ہے جو ایمان نہ لایا اس کو دنیا میں زمین میں دھنسانے اور پتھر برسانے کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ سے عرض کی گئی حضور! آپ مشرکین کے خلاف دعا کیجئے، آپ نے فرمایا مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسرے مقام پر اس طرح ذکر فرمایا ہے "ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم" اللہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے اور تو بھی ان میں موجود ہو۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو تمام عالموں کیلئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو، جن لوگوں نے اس آیہ کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ حضور صرف لوگوں کیلئے رحمت ہیں صحیح نہیں آپ تمام عالمین کیلئے ہیں وہ عالم فرشتوں کا ہو یا جنات کا، انسانوں کا ہو یا جانوروں کا وہ عالم نباتات کا ہو یا جمادات کا، آپ ہر عالم کیلئے رحمت ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رحمت کا ذکر ایک موقعہ پر اس طرح فرمایا، عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! غزوۂ احد کے دن سے زیادہ سخت دن بھی کوئی آپ پر آئے، آپ ﷺ نے فرمایا سخت ترین وہ دن تھا جب میں طائف کی گھاٹیوں میں تبلیغ کیلئے جاتا تھا جب میں نے عبد یا لیل کو اسلام کی دعوت دی اور اس نے انکار کر دیا، میں پریشان واپس آیا۔ قرن

الثعالب میں میں نے سر اُٹھایا اور دیکھا بادل نے سایہ کیا ہوا ہے اس میں جبریل علیہ السلام کہہ رہے ہیں اللہ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں، فرشتے نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں کو گرا کر زمین والوں کو پیس دوں تو حضور ﷺ نے فرمایا میں اُمید کرتا ہوں اللہ ان سے ایسی اولاد نکالے جو صرف اللہ کی عبادت کرے۔

اس کی بات سن کر سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا
میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ کے ساتھ تھا آپ باغ میں گئے وہاں ایک اونٹ آیا اور وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بڑبڑایا آپ سے کچھ کہا اور ساتھ ہی اس کے آنسو جاری ہو گئے جب حضور ﷺ نے اس کے بہتے آنسو دیکھے تو آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے، حضور ﷺ نے اس کے کان کی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو اسے سکون ہو گیا، پھر فرمایا یہ اونٹ کس کا ہے؟ عرض کی گئی تو مالک کو بلایا اور فرمایا تو خدا سے ڈرتا نہیں، اس اونٹ نے مجھے شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے اور اس تھکا دیتا ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے محبوب! آپ کہہ دیجئے، میری طرف صرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے سو کیا تم اسلام لانے والے نہیں ہو، اگر وہ انکار کر دیں تو آپ کہہ دیں میں تمہیں خبردار کر چکا ہوں، میں (از خود) نہیں جانتا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا وہ دور ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک وہ بلند آواز سے کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو (۱۱۰) اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ اس میں ہوسکتا ہے تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک معین وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا ہو (۱۱۱) (نبی نے) کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے ہمارا رب رحمان ہے اسی سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو (۱۱۲)

تفسیر

محبوب کریم ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ مشرکین کو بتا دیں کہ جو کچھ وہ اسلام قرآن کے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے تم کوئی بات آہستہ کرو وہ بھی جانتا ہے چھپ چھپا کر کرو وہ بھی جانتا ہے تم جو راز داری کی محفلیں جماتے ہو وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ تمہاری ان سازشوں کے باوجود تم پر عذاب نہیں ہو رہا، قہر نازل نہیں ہو رہا نہ معلوم تم اس ڈھیل کو کیا سمجھتے ہو جس کی بناء پر مغرور پھر رہے ہو اسلام کا مذاق اُڑا رہے ہو یہ تمہیں دھوکہ لگا ہے کہ تم کہہ رہے ہو اگر ہم غلط ہوتے تو ہم پر عذاب آجاتا میں نہیں سمجھتا کہ یہ ابدی عذاب کیوں ہے؟ شائد قدرت کی طرف سے یہ ڈھیل آزمائش ہے، فتنہ کے کئی معنیٰ ہیں یہ لفظ فتنہ مہلت کے معنی میں بھی آتا ہے، ڈھیل کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، امتحان کے معنیٰ میں بھی، فتنہ کسی کیلئے مفید ہو جاتا ہے کسی کیلئے نقصان دہ، اگر آزمائش میں بندہ درست رہے تو فائدہ مند ہے اگر ڈھیل ہو تو نقصان دہ اگر فتنہ مہلت بن کر آئے تو رب کی مہربانی امتحان بن کر آئے تو احتیاط اور کامیابی کی

کوشش اس قدر ہدایت اور نصیحت کے باوجود جب کفار کی سازشیں کم نہ ہوئیں ان کی اصلاح نہ ہوئی تو حضور ﷺ نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! میری تبلیغ شفقت رحمت سے تو انہوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا اب تو ہی وہ حق فیصلہ فرما دے جس سے انہیں عقل آئے اور حیات دنیوی کا فتنہ ان کیلئے فائدہ مند مہلت ثابت ہو۔ کفار سے فرمایا تمہیں اپنے غرور وتکبر پر ناز ہے سرداری پر فخر ہے ہمیں صرف اپنے رب پر بھروسہ ہے اور ہمارا رب کریم رحمان بھی ہے مستعان بھی ہے ہم اپنے ہر معاملہ میں اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی پر بھروسہ ہے وہی ہمارا کارساز ہے۔

آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی زندگی کفار کیلئے ڈھیل ہے مجرموں کیلئے عبرت ہے، نیکوں کیلئے مہلت ہے کہ وہ اعمال خیر کا ذخیرہ آخرت کیلئے جمع کرلیں۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

سورۃ الحج

چونکہ اس سورۂ پاک میں حج کے اعلان عام اور اس کے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں اسی باعث اس سورۃ کا نام سورۂ حج ہے۔ یہ سورۂ شریف دس (۱۰) رکوع اور ۷۸ آیات پر مشتمل ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا درس دیا گیا ہے کہ وہ دشمن کے ظلم وستم سے مایوس نہ ہوں، اللہ کی مدد ان کے شامل حال ہے۔

اس سورۂ پاک میں قیامت کا ذکر فرما کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اس ہیبت ناک منظر کے ظاہر ہونے سے پہلے اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور خدا سے ڈریں، اس سورۂ پاک میں رب العزۃ جل مجدہ الکریم کی توحید کا ذکر ہے اور بت پرستی سے نفرت دلائی گئی ہے بتوں کو بے بس کمزور فرمایا گیا ہے۔ اس سورۂ پاک میں ایمانداروں کو فرمایا گیا ہے تم دین کی سربلندی کیلئے کمر بستہ ہو کر کام کرو اللہ تمہارا حامی ہے ناصر ہے کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد کیلئے تمہیں منتخب کر لیا ہے، اس سورۂ پاک میں لوگوں کو پچھلی اُمتوں کے حالات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے بغاوت کی تو ہلاک کر دیئے گئے تم ان سے سبق سیکھو اس سورۂ پاک میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دی گئی ہے اور مسلمانوں سے نصرت کا وعدہ فرمایا گیا ہے قیامت کے واقع ہونے کو اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ جو اللہ بنجر زمین پر پانی برسا کر اُسے زندہ کر دیتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ الحج ٢٢ مدنیۃ ١٠٣ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | ایاتھا ٧٨ رکوعاتھا ١٠

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱﴾ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ ﴿۲﴾

صدق اللہ العظیم

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے (۱) جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی فراموش کر دیگی جس کو دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ اپنے حمل کو گرا دے گی اور لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے نشہ میں مست ہوں حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے (۲)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں پہلا حکم جو دیا گیا ہے وہ خدا کا ڈر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید نجات کیلئے کافی ہے، وہ غفور ہے رحیم ہے معاف فرمادے گا، اس میں شک نہیں کہ وہ رحیم ہے غفور ہے اور اس سے رحمت کی اُمید رکھنا بہت بڑی بات ہے مگر ایمان کامل کے بارہ میں یہ بات یاد رکھنا چاہئے ''الایمان بین الخوف و الرجاء'' ایمان ڈر اور اُمید دونوں کا نام ہے۔

اگر اُمید ہی اُمید ہے ڈر نہیں تو بھی غلط، اگر ڈر ہی ڈر ہے اُمید نہیں تو بھی غلط ہے۔ مومن کیلئے ان دونوں باتوں کا ہونا ضروری ہے، یا یوں سمجھ لیا جائے اس آیہ پاک میں تقویٰ کا حکم ہے کہ آدمی ہر برے کام سے بچے، فرائض واجبات کو ادا کرنے میں سستی سے کام نہ لے۔ قیامت کے وقوع سے ڈرایا گیا ہے کہ اس دن سے بچو قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہے بہت بڑا ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک سفر

میں حضورﷺ نے سورۂ حج کی پہلی دو آیتیں بلند آواز سے تلاوت کیں، صحابہ کرام سن کر حضورﷺ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا صحابہ! تمہیں معلوم ہے یہ دن کون سا ہوگا؟ عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی جانے، فرمایا یہ وہ دن ہوگا جب آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا، آدم! دوزخ والوں کو بھیج دو، آدم عرض کریں گے یا اللہ وہ کون ہیں؟ حکم ہوگا وہ ہر ہزار میں سے ایک جنتی ہے باقی سب جہنمی۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہنسنا چھوڑ دیا، حضور علیہ السلام نے صحابہ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا نیک کام کرو اور خوش رہو، صحابہ کرام خوش ہو گئے۔ قیامت کے ہولناک منظر کو اس طرح فرمایا گیا کہ اس دن قیامت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے کو فراموش کر دے گی اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اس میں اختلاف کیا گیا ہے، حمل کس وقت ساقط ہوگا بعض علماء نے کہا یہ دنیا میں ہوگا، جب قیامت سے پہلے زلزلہ آئے گا اور بعض نے کہا قیامت کے دن ہوگا، قیامت کی ہولناکی کا دوسرا پہلو اس طرح فرمایا گیا لوگوں پر ایسی حالت طاری ہوگی دیکھنے میں محسوس ہوگا وہ کسی نشہ میں مست ہیں حالانکہ ایسا ہوگا نہیں لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ۙ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۴﴾

بعض اللہ کے متعلق بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (۳) جس کے متعلق لکھا جا چکا ہے (لوح محفوظ میں) جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر دے گا اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف لے جائیگا (۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا باعث یہ ہوا، نضر بن حارث حضور ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش نظر آتا تھا عقیدۂ قیامت کے متعلق اس کے نظریات بڑے غلط تھے وہ اس عقیدہ کی سخت مخالفت کرتا تھا۔ بوسیدہ ہڈیاں اُٹھا کر لوگوں سے کہا سوچو قرآن کہتا ہے یہ ہڈیاں پھر زندہ ہو جائیں گی یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حجت بازیاں، اعتراضات علمی دلائل پر موقوف نہیں شیطانی وسوسے ہیں۔

قرآن مقدس نے ایسے لوگوں کے جھگڑے کو جدل فرمایا جس کا معنیٰ آتا ہے ایک دوسرے آدمی کی رائے کو پھیر کر اپنے مؤقف کو مضبوط کرنا، اللہ تعالیٰ سے جدال کرنے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ لوگ اللہ کو خالق و مالک تو مانتے تھے جانتے تھے البتہ یہ نہیں مانتے تھے کہ اللہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا ایسا کہہ کر قیامت کا انکار کرتے تھے نیز آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں اس سے مراد انسانوں کے شیاطین ہیں جیسے یہ حارث بن نضر اور اس کے دوسرے سرکش ساتھی جو اسلام کے خلاف شبہات پیدا کرتے تھے اور الجھتے تھے اس سے ابلیس اور اس کا لشکر بھی مراد ہوسکتے ہیں۔ شیطان کو مرید اس لئے فرمایا گیا کہ وہ ہر خیر سے خالی ہے جس درخت پر پتے نہ ہوں اس درخت کو شجر امرد کہتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں اس سرکش شیطان کی دوستی کے متعلق فرمایا گیا جو اُسے دوست بنائے گا وہ شیطان اُسے گمراہ کردے گا اور دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ ایک معنیٰ یہ ہوا کہ جو شخص جنت حشر نشر کا انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ پر جھگڑتا ہے اس کے متعلق لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا ہے وہ لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جائے گا، دوسرا معنیٰ یہ کیا گیا کہ سرکش شیطان کی دوستی دوزخ میں لیجائے گی۔ قرآن مقدس نے ایسی غلط دوستی کے بارہ میں دوسرے مقام پر فرمایا پتہ چل جائے کہ یہ لوگ اچھے نہیں ہیں تو ان سے بیٹھنا، اُٹھنا بھی ختم کردو کہ وہ ظالم ہیں۔ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا میری اُمت کے آخر میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جو نہ تم نے سنی ہونگی نہ تمہارے باپ دادا نے ایسے لوگوں سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ
مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ
مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ
لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا
يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى
الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ
مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ
الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶

صدق اللہ العظیم

اے لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد زندگی میں شک ہے تو (سوچو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو مکمل شکل کا ہوتا ہے اور نامکمل شکل کا بھی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی قوت کو ظاہر کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر وقت تک ماں کے رحم میں رکھتے ہیں پھر ہم بچے کی صورت میں نکالتے ہیں تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض لوگ اس سے پہلے وفات پا جاتے ہیں اور تم میں سے بعض ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ علم کے بعد کسی چیز کو نہ جان سکیں اور تم زمین کو خشک حالت میں دیکھتے ہو جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور وہ ہر قسم کا اچھا سبزہ اُگاتی ہے (۵) اللہ ہی برحق ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے بلا شبہ وہی ہر شئی پر قادر ہے (۶)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن دوبارہ جی اُٹھنے کو نہ ماننے والوں کو دلیل سے سمجھایا جا رہا ہے، قیامت کے واقع ہونے میں شک کرنے والوں سے فرمایا گیا لوگو! ذرا غور تو کرو کہ ہم نے سب انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا یا تو اس طرح کہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی یا یہ معنیٰ ہے کہ تم مادہ منویہ سے پیدا کئے گئے اور یہ مادہ منویہ غذاؤں سے بنتا ہے اور تمام قسم کی غذائیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں پھر یہ نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے پھر اس نطفہ پر ایسا وقت آتا ہے یہ گاڑھا ہو جاتا ہے سرخی مائل ہو جاتا ہے اسے علقہ کہا گیا ہے پھر اسی پر دوسرا مرحلہ یہ گزرتا ہے یہ گوشت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اسے مضغہ کہا جاتا ہے اس کے بعد حمل کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو یہ پیدا ہو جاتا ہے یا اس سے پہلے گر جاتا ہے یا ناقص اعضاء والا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اس عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے اس حدیث شریف کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا تم میں ہر شخص ماں کے پیٹ میں چالیس دن رہتا ہے پھر وہ علقہ بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد مضغہ ہوتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور چار چیزیں لکھتا ہے، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت، اس کے اعمال اور یہ کہ وہ نیک ہے یا بد بخت ہے۔ اس حدیث کے عنوان سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کے دئے ہوئے علم سے فرشتے کو رحم میں ہونے والے بچہ کی موت کا پتہ ہے رزق کا پتہ ہے اور یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے، اللہ کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا پھر ہم اس کو ایک مقیّد وقت تک ماں کے رحم میں رکھتے ہیں پھر بچہ کی صورت میں پیدا کرتے ہیں کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جنہیں بڑھاپے کی طرف لے جایا جاتا ہے تا کہ ہر چیز کو جاننے کے بعد کچھ نہ جانے توجہ دلائی جا رہی ہے جو اللہ انسان کو ان مراحل سے گزارتا ہے جو بہت ہی مشکل مراحل ہیں اس اللہ کیلئے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟

سوچو! غور کرو، وہ کس قدر علیم ہے حکیم ہے قادر ہے پھر اس پر غور کرو، بچے کی پیدائش کے بعد اس کے معدہ میں کیا عجیب کیفیت ہے کہ وہ کسی سخت ثقیل شئی کو ہضم ہی نہیں کر سکتا، جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے معدہ کے اندر ہضم کی قوت پیدا ہو جاتی ہے ایک عمر تک وہ کسی کا محتاج ہے کہ اُسے کھلایا پلایا جائے پھر ایک وقت وہ اس محتاجی سے نجات حاصل کر لیتا ہے خود بخود ہی کھانے پینے لگتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں قیامت قائم ہونے پر دوسری دلیل فرمائی جا رہی ہے کیا تم خشک زمین کو نہیں دیکھتے، جب ہم اس پر پانی اُتارتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے، پھولتی ہے اور اُگاتی ہے جب انسان اس نظام تخلیق کو دیکھتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوئی اس کا خالق و مالک ہے جس کیلئے فنا کے بعد پیدا کرنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑧ ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ⑨ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ⑩ صدق اللّٰه العظيم

اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو زندہ کر کے اُٹھائے گا (۷) اور انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر کسی دلیل کے بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں (۸) تکبر سے گردن مروڑتے ہوئے کہ دوسروں کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں اس کیلئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن جلانے والی آگ کا عذاب چکھائیں گے (۹) یہ سزا اس لئے ہے کہ تیرے ہاتھوں نے جو کچھ

آگے بھیجا ہے اس کا صلہ ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں
پر ظلم کرنے والا نہیں (۱۰)

تفسیر

قیامت کے واقعہ ہونے پر پھر ایک مرتبہ تاکیداً فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا اور بے شک اللہ تعالیٰ قبروں سے زندہ کرکے اُٹھائے گا۔ نفس وشیطان کے دھوکہ میں آنے سے بچ جاؤ۔ اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ایسے احمق لوگ بھی ہیں جو عقل وفکر کے بغیر بحث مباحثہ کر رہے ہیں اور قیامت کے انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ آسمانی صحیفہ ان کے پاس ہے، دلائل موجود ہیں مگر ضدی ہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں اس کے رسول سے جھگڑتا ہے، تکبر وغرور سے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ علم وہدایت سے خالی ہے اور روشن کتاب سے فائدہ ہی نہیں اُٹھاتا، سراپا تکبر وغرور بنا ہوا ہے، گردن مروڑ کر چلتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کردے، اس کا یہ کام دنیا میں بھی ذلت ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن جلا دینے والی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ قیامت کے دن اُسے بتا دیا جائے آج کی رُسوائی عذاب اس کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

قیامت کے دن مُردوں کو قبروں سے اٹھائے جانے کا معنی یہ ہے کہ مرنے والا جس حالت میں مرا اُسے اُٹھایا جائے گا، ڈوب کر مرا تو بھی اس کی قبر ہے، جل کر مرا تو بھی اس کی قبر ہے کسی درندے نے کھا لیا تو بھی اس کی قبر ہے قبر صرف لحد کا نام نہیں بلکہ ہر مُردے کا آخری ٹھکانہ اس کی قبر ہے۔ آیہ مبارکہ میں جھگڑنے والوں کے متعلق فرمایا گیا نہ انہیں علم ہے نہ ہدایت ہے اور نہ ہی وہ روشن کتاب سے استفادہ کرتے ہیں، علم سے مراد بدیہی علم ہے جو بغیر غور وفکر کے حاصل ہو۔ ہدایت سے مراد اکتسابی علم جو غور وفکر سے حاصل ہو، روشن کتاب سے مراد وہ علم ہے جو کتابوں کو پڑھ کر حاصل ہوتا ہے۔

آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہوا کہ کفار کو اللہ کے بارہ میں مزید یہی علم ہے جو بغیر سوچے سمجھے آجائے جیسے آگ

گرم ہے یہ بدیہی علم ہے نہ کہ اکتسابی علم ہے، جو غور وفکر سے حاصل ہو نہ کتابی علم ہے اس لئے ان کا جھگڑا کرنا محض جہالت وحماقت ہے۔ ’’ثانی عطفه ‘‘ کا معنی ہے تکبر سے گردن اکڑانا یا تکبر سے گردن پھیر لینا یعنی نضر بن حارث تکبر سے اپنی گردن اکڑائے ہوئے ہے اس کی دنیا میں ذلت ایسے ہوئی کہ یہ نضر بن حارث جنگ بدر میں مارا گیا اور قیامت کو عذاب میں ہوگا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں جو فرمایا گیا کہ کافر سے کہا جائے گا تیرے ہاتھوں سے بھیجے ہوئے عمل کی سزا ہے کہ اُسے پتہ چلے کہ اللہ نے تجھ پر ظلم نہیں کیا، تیرے عمل کی ہی سزا ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ اۨطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ اۨنقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۱﴾ يَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنۡفَعُهٗ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ‌ ﴿۱۲﴾ يَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ‌ ؕ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰى وَلَبِئۡسَ الۡعَشِيۡرُ‏ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو کنارے پر کھڑے کھڑے اللہ کی عبادت کرتا ہے پھر اگر اُسے بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے آزمائش پہنچے تو دین سے منہ موڑ لیتا ہے اس شخص نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کردی یہی کھلا خسارہ ہے (۱۱) وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے یہی تو انتہائی گمراہی ہے (۱۲) یہ اسکی بندگی کرتا ہے جس کا نقصان اس کی نفع رسانی سے زیادہ قریب ہے یہ بہت بُرا دوست ہے اور بہت بُرا ساتھی ہے (۱۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو اسلام کو قبول اس لئے نہیں کرتے کہ یہ سچا دین ہے حق کا یہی راستہ ہے بلکہ ان کا مقصد صرف دنیوی فائدہ اُٹھانا ہے اگر ان کی یہ مراد پوری ہوگئی، کاروبار چمک گیا عزت بڑھ گئی تو بہت خوش ہیں اور اسلام کی صداقت کا ڈنکا بجاتے ہیں اگر یہ مطلب پورا نہ ہوا اور نقصان ہوگیا تو اسلام سے تعلق ہی توڑ لیتے ہیں اور پھر باطل کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور دین کی مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں کہ بس دیکھ لیا دین، اس میں کچھ نہیں اس دین میں رہنا خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں میں سے ایک شخص مسلمان ہوگیا وہ نابینا ہوگیا، مال اولاد برباد ہوگئے، آپ نے فرمایا اسلام لوگوں کو اس طرح پگھلاتا ہے جیسے آگ سونے چاندی کو پگھلا کر ان کا زنگ دور کردیتی ہے اس موقع پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے نزول کا سبب یہ بنا، ایک شخص مدینہ منورہ آتا، اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا مال میں نفع ہوتا تو کہتا یہ دین بہت اچھا ہے، اگر اس کے بچہ پیدا نہ ہوتا اور مال میں ترقی نہ ہوتی تو کہتا یہ دین اچھا نہیں۔ اس آیہ پاک میں ایک شخص کے کنارے پر کھڑے ہوکر عبادت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس مثال میں منافقین کے حال کو اس شخص کے حال سے تشبیہہ دی گئی ہے، جو شخص پہاڑ کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے پاؤں جمے ہوئے نہیں ایسے ہی منافقین کے دلوں میں اسلام جما ہوا نہیں یا اس طرح کہ کوئی شخص لشکر کے کنارے پر کھڑا ہے اور ارادہ یہ رکھتا ہے کہ فتح ہوگی تو لشکر میں شامل رہے گا ورنہ بھاگ جائے گا۔ یہی حال منافقین کا ہے اسلام کی سچائی پر یقین نہیں اگر اُنہیں کوئی اچھائی مل گئی مال و دولت سے حصہ مل گیا تو اسلام پر قائم ہے اگر آفات ومصائب ہوئیں تو روگردانی کرلی۔ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں میں نقصان ہے، دنیا کا نقصان یہ کہ عزت برباد ہوئی، مال غنیمت سے حصہ نہ ملا، اُخروی نقصان یہ ہے کہ ثواب سے محروم ہے دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ایسا شخص گمراہی میں ہے کہ بتوں کا پجاری بن گیا جو اسے نہ نفع دے سکتے ہیں نہ

نقصان اور یہ بہت بڑی دور کی گمراہی ہے اور بت پرستی کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے اور یہ بہت بُرا دوست ہے اور بہت بُرا ساتھی ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلقِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

صدق اللّٰہ العظیم

بے شک اللہ ایمان والوں اور عمل صالح والوں کو باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۱۴) اور جو شخص یہ گمان کئے ہوئے ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے حبیب کی مدد نہیں کریگا تو اُسے چاہئے رسی کے ذریعہ چھت سے لٹک جائے (پھر پھندا ڈال کر) اُسے کاٹ دے پھر دیکھے کیا اس کی (خودکشی کی) تدبیر نے اس کے غم و غصہ کو دور کر دیا ہے (۱۵) اور اس طرح ہم نے روشن کتاب کو دلیلوں کے ساتھ اُتارا ہے اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (۱۶)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں دنیا و آخرت میں خسارہ والوں کا ذکر تھا ان لوگوں کا ذکر تھا جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کے پجاری بن گئے۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا ذکر فرما رہا ہے اور ان کیلئے انعامات کا ذکر ہے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ آیہ کے آخر میں فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، ظالموں کو سزا دے نیکوں کو جزا دے یہ اس کے فیصلے

ہیں، اہل مکہ نے مسلمانوں کی تنگدستی اور کمزوری کو دیکھ کر کہا یہ لوگ جو غربت کا شکار ہیں، پریشانیوں میں مبتلا ہیں ایسے لوگوں سے تعلقات پیدا کر کے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے، مسلمانوں سے قریب ہونا تو اپنوں کو دشمن بنانا ہے اور خاندانی مراسم کو برباد کرنا ہے۔ اس نبی کی مدد نہ آج تک ہوئی، اور حالات بتاتے ہیں ان کی مدد اللہ کی طرف سے ہوگی بھی نہیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے یہ تمہارا محض گمان ہے، غلط فہمی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی مدد کرے گا وقت آئے گا تم دیکھو گے سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوں گے، اگر کسی کو یہ بات اچھی نہ لگے تو اُسے چاہئے اپنے گلے میں رسی ڈال لے اور چھت سے لٹک جائے، پھر رسی کو کاٹ دے تاکہ مر جائے۔ حضور ﷺ سے جو بغاوت تعصب کر رہے ہو اُسے ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

آیہ پاک سے مراد یہ ہے اگر کسی معاند جاہل کی خواہش یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد نہ کرے اور وہ اسلام کے خلاف غیض وغضب لئے ہے تو سمجھ لے اس کی یہ مراد کبھی پوری نہ ہوگی اس احمقانہ غضب کا علاج یہی ہے کہ چھت میں رسی ڈال کر پھانسی لے لے اور مر جائے یہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کی خواہش پوری نہیں ہوگی۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا ایسے ہی ہم نے اس کتاب کو روشن دلیلوں کے ساتھ اُتارا ہے، اس کتاب کے روشن دلائل ہونے کے باوجود اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے جن کے متعلق اللہ کو علم ہے وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے اور ان میں سے جن کو چاہتا ہے اُن پر کرم فرما دیتا ہے۔ خلاصہ کے طور پر اس آیہ کا مفہوم اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے اگر کوئی چاہتا ہے حضور ﷺ کی مدد نہ ہو تو آسمان پر چڑھ جائے وہاں سے وحی کا سلسلہ منقطع کرے، نبوت کا منصب ختم کرائے (معاذ اللہ) نہ یہ ہو سکتا ہے نہ ایسا ہونا ممکن ہے تو پھر اسلام کے خلاف غیض وغضب کا کیا معنی اور یہ تعصب کیوں؟

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۱۸﴾

صدق الله العظیم

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور عیسائی اور آتش پرست اور شرک کرنے والے بے شک اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے(۱۷) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کیلئے ہی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ بھی جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کر دے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے(۱۸)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں مختلف چھ گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے پہلا گروہ ایمانداروں کا ہے جو توحید و رسالت پر یقین رکھتے ہیں یہی دین اسلام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین یہی دین رہا۔ دوسرا گروہ یہود کا ہے جو اپنے کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ صائبین، یہ قوم ستارہ پرست ہے، نصاریٰ جو اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، مجوس آگ کی پرستش کرنے والے ہیں، شرک کرنے والوں سے مراد بت پرست ہیں۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا، کفار و مشرکین دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور ایمانداروں کو جنت میں اعزاز دیا جائے گا۔ آیہ کے

آخری حصہ میں فرمایا گیا اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے، وہ تمام مخلوق کے اعمال، اقوال، احوال، حرکات وسکنات سبھی کو دیکھ رہا ہے۔ ’’ الم تر ‘‘ کیا تو نے دیکھا نہیں، یعنی عقل سے جانا نہیں۔ امام ابوالعالیہ فرماتے ہیں چاند سورج، ستارے جب غروب ہوتے ہیں تو وہ اللہ کے حضور سجدہ میں گرے ہوتے ہیں۔ جب تک انہیں واپس آنے کی اجازت نہ ہو سجدہ میں ہی رہتے ہیں اور جب اجازت ملتی ہے تو اپنی جگہ سے طلوع ہوتے ہیں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہیں پتہ ہے، سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول کو ہی پتہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورج چلتا رہتا ہے جب اپنے مقام پر پہنچتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاتا ہے اور اسی طرح سجدہ میں ہی رہتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے جہاں سے آیا ہے وہاں چلا جا اور پھر صبح کو اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے۔

حدیث شریف سے جو واضح ہوتا ہے یہ ہے کہ حضور ﷺ نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ کائنات کے سجدہ کرنے کا مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے تابع فرمان ہے اس کے اذن کے بغیر کوئی شئ ادنیٰ حرکت بھی نہیں کر سکتی، ہر شئ مجبور ہے اطاعت اختیاری ہے، اس میں مومن کافر کا فرق ہے، مومن فرمانبردار ہے کافر سرکش ہے یہ خیال نہ کیا جائے اختیاری اطاعت تو صرف انسانوں، جنوں میں ہی ہوسکتی ہے یہ بات مسلّمہ ہے، شعور اور قصد سے کوئی مخلوق خالی نہیں، کمی بیشی کا فرق ہے۔ زمین و آسمان نے کہا ’’ آتینا طائعین ‘‘ ہم فرمانبرداری قبول کرتے ہیں، پتھروں کے متعلق ارشاد ملتا ہے ’’ یھبط من خشیۃ اللہ ‘‘ بعض پتھر خدا کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے شعور کی کوئی صورت تو ہے، معلوم ہوا تمام مخلوقات بارگاہ قدس میں سجدہ ریز ہے۔ ہر شئ کے اندر احساس ہے اور خود اختیاری پر اطاعت کر رہی ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ’’ وان من شئ الا یسبح ‘‘ ہر شئ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ ایک پہاڑ دوسرے سے پوچھتا ہے تیرے ہاں کسی ایسے بندے کا گزر ہوا جو یادِ الٰہی میں مصروف تھا، حضور ﷺ

نے فرمایا میں ان پتھروں کو جانتا ہوں جو مجھ پر درود وسلام پیش کرتے ہیں۔

امام ابن جریر نے فرمایا آسمان وزمین کی چیزوں، پہاڑوں، درختوں، چوپائیوں کا سجدہ کرنا ان چیزوں کا سایہ ہے جب ان پر سورج طلوع ہوتا ہے تو جب اُن سے زائل ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مڑ جاتا ہے اور یہی اس کا سجدہ کرنا ہے۔ سورج چاند ستاروں کا سجدہ کرنا ان کا غروب ہونا ہے، بہت سے بنو آدم سجدہ کرتے ہیں اور وہ ایماندار نہیں اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے اور فرمایا جسے اللہ ذلیل کردے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اور فرمایا اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے جنہیں دوزخ میں ڈالے گا اس پر کسی کو اعتراض نہیں، کفار کو سجدہ کی توفیق نہیں بخشی۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

صدق اللہ العظیم

یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارہ میں جھگڑ رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اُن کیلئے جہنم کی آگ سے کپڑے تیار کر دئے گئے ہیں ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا (۱۹) جس سے وہ سب کچھ گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی گل جائیں گی (۲۰) اور ان کو مارنے کیلئے لوہے کے گرز ہیں (۲۱) جب بھی وہ شدت تکلیف کے باعث اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور ان سے کہا جائیگا جلانے والے عذاب کو چکھو (۲۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، جنگ بدر کے موقعہ پر عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان جنگ میں اُترا اور مسلمانوں کو للکارا۔ مسلمانوں کی طرف سے سیدنا حمزہ، حضرت علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم میدان میں آئے۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے حریفوں کو آنکھ جھپکنے کی دیر میں ڈھیر کر دیا، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان جنگ جاری رہی، دونوں سخت زخمی ہوئے۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا، ان دونوں گروہوں کے جھگڑنے کے سلسلہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مومنین اور اہل کتاب کے دو فریق ہیں، جنہوں نے آپس میں مباحثہ کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا کہ یہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے مومنین سے کہا تھا ہم تم سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں، ہماری کتاب تم سے پہلے نازل ہوئی، ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے آئے۔ مومنین نے کہا ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں کہ ہم اپنے رسول پر بھی ایمان لائے اور تمہارے نبی پر بھی اور تمہارے نبی پر اُتاری گئی کتاب پر بھی ایمان لائے۔

آیہ مبارکہ میں کفار کے عذاب کی تفصیل فرمائی گئی ہے عذاب کی پہلی صورت یہ فرمائی گئی کہ ان کے کپڑے آگ کے ہوں گے یعنی آگ ان کے پورے جسم کا احاطہ کرے گی، عذاب کی دوسری صورت یہ ہو گی ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی اُنڈیلا جائے گا جس سے وہ سارے کے سارے جل سڑ جائیں گے، کفار کے عذاب کی تیسری صورت یہ فرمائی گئی کہ ان کے مارنے کیلئے لوہے کے گُرز ہوں گے، جب وہ آگ کی شدت سے تنگ آ کر باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور کہا جائے گا جلانے والے عذاب کو چکھو، یہ لوہے کے گُرز مارنے والے دوزخ کے محافظ ہوں گے جو انہیں پھر دوبارہ دوزخ میں دھکیل دیں گے اور ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ
ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾
وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ
وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ
لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ
وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ
مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

صدق الله العظيم

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اللہ ان کو اُن جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اُن جنتوں میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہو گا (۲۳) اور ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائیگی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائیگی (۲۴) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اُس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کیلئے برابر بنایا خواہ وہ مقیم ہوں یا باہر سے آئے ہوں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو درد ناک عذاب چکھائیں گے (۲۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا پچھلی آیہ کریمہ سے ربط یہ ہے کہ پچھلی آیہ پاک میں کفار کی تین سزاؤں کا ذکر ہوا، ان آیات مبارکہ میں ایمانداروں کیلئے قیامت کے دن چار انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک انعام تو یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے باغات ہیں انہیں ٹھہرایا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، دوسرا انعام یہ ہے کہ ان کا ریشم کا لباس ہوگا، تیسرا انعام یہ ہے کہ ایمانداروں کو قیامت کے دن جنت میں زیورات

پہنائے جائیں گے، چوتھا انعام یہ ہوگا کہ مومن کو جنت میں پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت دی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ہدایت کی جائے گی۔ دنیا میں مردوں کیلئے سونے کے کنگن، ریشمی لباس حرام کردیا گیا مگر قیامت کو حلال ہوگا، جس حدیث شریف میں ہے کہ دنیا میں ریشم پہننے والے کو آخرت میں ریشم پہننے سے محروم کردیا جائے گا، خواہ وہ جنت میں ہی کیوں نہ ہو وہ ایسے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسی خواہشات پیدا ہی نہیں کرے گا کہ اس کو محرومی کا احساس ہو۔

جنتی کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت دی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے اور الحمد للہ پڑھنے کی طرف ہدایت دی جائے گی یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے وہ صبح اُٹھ کر کہیں گے ''الحمد لِلّٰہ الذی ھدانا'' اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور کہیں گے، ''الحمد لِلّٰہ الذی اذھب عنا الحزن'' اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم کو دور کردیا۔

آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں جو کفار کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں، اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیہ پاک ابوسفیان بن حرب اور اس کے دوستوں کے متعلق نازل ہوئی، جب انہوں نے حضور ﷺ کو چھ ہجری میں عمرہ کرنے سے روکا تھا اور حضور ﷺ نے اس وقت جنگ کرنا پسند نہ کیا تھا، پھر اس شرط پر صلح ہوگئی کہ آپ آئندہ سال آکر عمرہ کریں گے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا مسجد حرام میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے اس مقدس مقام میں عبادت کرتے ہیں، یکساں برابر ہیں مناسک حج ادا کرنے میں کوئی امتیاز نہیں، کسی کی اجارہ داری نہیں کوئی کسی کو عبادت سے روک نہیں سکتا سب کے حقوق برابر ہیں۔ یہ مقدس مقامات جو حج کیلئے وقف ہیں سب کیلئے برابر ہیں۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان مقدس مقامات کے علاوہ مکہ مکرمہ کی باقی زمینوں، مکانوں کی فروخت جائز ہے کرائے پر دینا جائز ہے۔ آیہ پاک میں ''العاکف'' کا ارشاد ہے جس کا معنیٰ مکہ میں رہنے والا ہے، مسجد میں اعتکاف بیٹھنے والا نہیں۔

''الباد'' کا معنی باہر سے آنے والا ہے کوئی بھی ہو۔ آیہ کے آخری حصہ میں ''ومن یرد فیه بالحاد'' میں فرمایا گیا اس سرزمین کی عظمت کا یہ عالم ہے اگر یہاں پر کوئی گناہ کا ارادہ بھی کرے تو مجرم ہے اور اُسے عذاب ہوگا، اس مقام کے علاوہ دوسرے مقامات پر گناہ کے ارادہ کرنے پر سزا نہیں، گناہ کرنے پر ہے مگر یہاں گناہ کا ارادہ بھی گناہ ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾

صدق اللّٰه العظیم

اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کیلئے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی اور حکم دیا میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا (۲۶) اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے (۲۷) تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ (۲۸)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں مسلمانوں اور کافروں کا ذکر فرمایا گیا اور دونوں کے انجام کا ذکر ہوا، ان آیات مقدسہ میں کعبہ شریف کا ذکر ہے اور اس کی تعمیر کا چونکہ حج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں اور طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے اسی بناء پر فرمایا گیا ہم ابراہیم کیلئے کعبہ کی جگہ مہیا کر دی، ہم نے کعبہ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کیلئے منزل اور جائے رجوع بنا دیا۔ آدمی بار بار حاضری کا مشتاق ہوتا ہے تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے کعبہ کو نشانات ختم ہونے پر از سر نو تعمیر کیا جہاں تک تعمیر کعبہ کا ابتدائی مسئلہ ہے، وہ یہ ہے آدم علیہ السلام کے دنیا پر آنے سے پہلے زمین کے فرشتوں نے عرض کی یا اللہ آسمان کے فرشتوں نے یہ جگہ مقرر کی اور یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے دنیا پر آنے سے دو ہزار سال پہلے کا ہے۔ آپ آئے اور طواف کیا، تعمیر کعبہ کے اس عنوان کو میں نے اپنی کتاب بلد الامین میں وضاحت سے ذکر کیا ہے، ابراہیم کو حکم دیا میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، میرے گھر کا طواف کرنے اور قیام کرنے والوں کو رکوع اور سجود کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا۔

حضرت سدی فرماتے ہیں جب تعمیر کعبہ کا ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تو آپ اور اسماعیل علیہما السلام مکہ گئے، جگہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا تعمیر کس جگہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا، اس نے کعبہ کی جگہ کو صاف کر دیا پھر ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے ان بنیادوں سے کعبہ کی تعمیر کی۔ یہ روایت بھی بتاتی ہے کعبہ پہلے تھا نشانات مٹنے پر اسے از سر نو تعمیر کیا گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو یہاں چھوڑا ہے تو بارگاہ قدس میں عرض کی ''انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم'' اے اللہ! غیر آباد علاقہ میں تیرے گھر کے پاس اپنی اولاد کو ٹھہرایا ہے۔ معلوم ہوا اس وقت بھی کعبہ تھا، آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا لوگوں کو حج کیلئے آواز دیں، وہ تیرے پاس دور دراز علاقوں سے پیدل اور دبلے اونٹ پر آئیں گے تا کہ اپنا

مفاد حاصل کریں۔ دنیا کا مفاد تو یہ ہے کہ تجارت سے نفع لیں، آخرت کا نفع جنت کا حصول اور مقرر دنوں میں بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں اور تم خود ان سے کھاؤ اور فقراء مساکین کو بھی کھلاؤ، آیہ مبارکہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو حج کیلئے بلائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ تمام لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ فرمایا اعلان تم کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے، پھر آپ نے اعلان کیا لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، اس اعلان کو ساری مخلوق نے سنا، قیامت تک حج وہی کرسکیں گے جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا۔

وَصلّٰی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾

صدق اللہ العظیم

پھر چاہئے کہ اپنے میل کچیل کو دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور طواف کریں ایسے گھر کا جو بہت قدیم ہے (۲۹) یہ احکام یاد رکھو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کیلئے اُس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمہارے لئے جانور حلال کئے گئے ہیں سوا اُن کے جو تم پر تلاوت کئے جاتے ہیں سو تم بتوں کی نجاست سے پرہیز کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو (۳۰) ہر باطل سے الگ ہو کر صرف اللہ کے ہو کر رہو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتے ہوئے اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا گویا آسمان سے گر گیا پھر اُسے مردار

کھانے والے پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا
آندھی اُسے کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے(۳۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں جانوروں کو ذبح کرنے، خود کھانے اور فقراء و مساکین کو کھلانے کا ذکر تھا، اللہ تعالیٰ نے قربانی کا گوشت کھانے کی اس لئے اجازت دی ہے کہ عرب اپنی قربانی کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو ان کی مخالفت کا حکم دیا اور اس کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔

اب فرمایا جا رہا ہے جب جانور ذبح کر چکو تو میل کچیل دور کرو، اس کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ ناخن کاٹنا، بال اتارنا یہ حکم اس وقت ہے جب احرام کھول لیا جائے۔ اپنی نذریں پوری کرو، بیت عتیق قدیمی گھر کا طواف کرو، قربانی دینے کے بعد کا یہ طواف طوافِ زیارت ہے جو حج کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اس طواف کا وقت ۱۲ر ذی الحجہ کی شام تک ہے۔ آیہ مبارکہ میں نذریں پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے، نذر کا پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ نذر اللہ اور رسول کی نافرمانی کی نہ ہو۔ اگر کسی نے گناہ کی نذر مانی ہے تو وہ اللہ کی معصیت نہ کرے، اپنی جان کو مصیبت میں ڈالنے کی نذر کی بھی حدیث شریف میں مخالفت آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک موقعہ پر حضور ﷺ خطبہ فرما رہے تھے، آپ نے دیکھا ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہے، آپ نے اس کے متعلق پوچھا صحابہ نے عرض کی حضور اس نے نذر مانی تھی کہ یہ بیٹھے گا نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اُسے کہو سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرلے ایسے ہی ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان ملتا ہے، حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی تھی اور دوسرا شخص اسے کھینچ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس نکیل کو کاٹ دیا اور فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کرلے جاؤ۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے نزدیک اس کیلئے بہتر ہے۔ حرمات سے مراد مناسک حج ہیں اور وہ

جگہیں ہیں جن پر وہ عبادت کی جاتی ہے۔ حرمات کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ فرائض، واجبات پر عمل کیا جائے پھر فرمایا گیا، تمہارے لئے سب مویشی حلال کر دئے گئے ہیں سوا ان کے جو تم پر تلاوت کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کھانا قرآن کریم نے حرام قرار دیدیا ہے۔ ان حرام چیزوں کا ذکر سورۃ المائدہ میں تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو، زور کا معنیٰ باطل اور کذب ہے اور اللہ کا شریک بنانا بھی باطل اور زور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے تین بار فرمایا کیا تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں، عرض کی گئی حضور فرمائیں تو فرمایا اللہ کا شریک بنانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹی بات سے بچو اور اسے کئی مرتبہ فرمایا ہم نے سوچا کاش آپ سکوت فرمائیں۔ ''حنفاء لِلّٰہ '' کا معنیٰ ہے، دین اسلام پر پکا رہتے ہوئے، باطل نظریات سے اجتناب کرتے ہوئے جس نے شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر گیا اور پھر اُسے پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا اُسے تند و تیز ہوا دور مکان میں پھینک دے یہی حالت مشرک کی ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ

حقیقت یہ ہے جو اللہ کی نشانیوں کا احترام کرتا ہے تو یہ احترام اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے (۳۲) تمہارے لئے مویشیوں میں ایک معین مدت تک طرح طرح کے فائدے ہیں پھر ان کے ذبح کرنے کا مقام بیت عتیق کے قریب ہے (۳۳) اور ہر اُمت کیلئے ہم نے ایک قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ جانوروں پر

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کریں جو انہیں عطا کئے ہیں، تمہارا خدا ایک خدا ہے اسی کے آگے سر جھکاؤ اور (اے محبوب) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (۳۴) وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو مشکلات و مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں جو انہیں پہنچتی ہیں اور جو نماز کو ٹھیک ادا کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا وہ خرچ کرتے ہیں (۳۵)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کی بے شک یہ دلوں کے تقویٰ کے نشانات سے ہے، مناسک حج کے تمام علامات کو شعائر حج کہا جاتا ہے کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی، شیطانوں کو کنکر مارنا (رمی جمار) یہ سب کچھ شعائر اللہ میں شامل ہے۔

شعائر کے بارہ میں ایک قول یہ بھی ہے جو چیزیں عبادت کی جگہ ہوں یا عبادت کے کام ہوں یہ سب شعائر اللہ ہیں، جگہ کے اعتبار سے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، صفا مروہ تمام مساجد شعائر اللہ میں شامل ہیں۔ عبادت کے لحاظ سے اذان، تکبیر، نماز جمعہ، عیدین یہ سب شعائر میں داخل ہیں۔ عرفات، مزدلفہ میں ٹھہرنا بھی شعائر اللہ میں ہے جو بھی شخص ان کی تعظیم کرے گا اس کے دل میں تقویٰ کا اظہار ہے۔ وہ مقامات جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب شعائر اللہ ہیں، ان کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے، شعائر کی تعظیم کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ قربانی کیلئے خوبصورت تندرست موٹا تازہ مہنگا جانور خرید کیا

جائے، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے شعائر چھ ہیں: صفا مروہ، قربانی کے اونٹ، رمی جمار (شیطانوں کو مارنے کی کنکریاں) مسجد حرام، عرفات، حجر اسود۔ ان کی تعظیم یہ ہے کہ تمام احکام کمال محبت، پیار، عظمت سے ادا کیئے جائیں۔ قربانی کا جانور شعائر اللہ میں آسکتا ہے اور اس کی تعظیم کی جاسکتی ہے تو اللہ کا ولی کیوں شامل نہیں ہوسکتا، اس کی تعظیم اس کا احترام ناجائز کیوں ہوگا۔ اہل اللہ کے مزارات کا احترام جو حدود و شریعت کے خلاف نہ ہو جائز و درست ہے۔

آیہ مبارکہ میں جو فرمایا گیا کہ تمہارے مویشیوں کے فوائد ہیں ان فائدوں سے مراد اونٹ پر سواری کرنا، دودھ پینا، ان کی نسل بڑھانا، ان کے بالوں سے فائدہ اٹھانا بشرطیکہ ان جانوروں کو قربانی کا جانور ''ہدیٰ'' قرار نہ دیا گیا ہو کہ جانور ذبح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ بیت عتیق کے قریب کیا جائے۔ حج کے تمام مناسک بیت اللہ کے طوافِ زیارت پر ختم ہو جاتے ہیں۔ جانور ذبح کرنے کا مقام بیت عتیق کے پاس ہے اس سے مراد پورا حرم ہے۔ اب یہ مقام منیٰ کا ہو یا مکہ مکرمہ کی کوئی جگہ۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہر اُمت کیلئے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے تا کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں، فرمایا گیا عبادت کا حقدار صرف اللہ ہی ہے ان بندوں کی تعریف کی گئی جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھر تھرا جاتے ہیں اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں ہمارے دیئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود بھی ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے اُن مویشیوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے تا کہ تم شکرادا کرو (۳۶) ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے تا کہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئے (۳۷)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اونٹوں کو تمہارے لئے نشانیاں قرار دیا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ''بُدن'' کا اطلاق صرف اونٹوں پر ہی ہے مگر ہمارے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ''بُدن'' کا اطلاق گایوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ نحر کرتے وقت اونٹوں کو کھڑا کر کے اُن کے سینہ کے بالائی حصہ میں نیزہ مارا جائے اور جب وہ پہلو پر گر کر ٹھنڈے ہو جائیں تو اس سے تم خود بھی کھاؤ، فقراء کو بھی کھلاؤ۔ اونٹ کو ذبح کرتے وقت کھڑا کر کے ذبح کیا جائے یا بٹھا کر دونوں طرح جائز ہے۔ اس جانور کے گوشت

کے بارہ میں فرمایا گیا خود بھی کھاؤ فقراء کو بھی کھلاؤ اس میں اجر بھی ہے اللہ کی اطاعت بھی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے ہدی (قربانی کے جانور) سے کھاتے نہیں تھے، ہمارے ہاں دونوں صورتیں جائز ہیں خود بھی کھاؤ، فقراء کو بھی کھلاؤ، فقیروں میں دو قسموں کا ذکر فرمایا گیا وہ بھی فقیر ہے جو قناعت کرنے والا ہے اور وہ بھی فقیر ہے جو بھیک مانگنے والا ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ان جانوروں کے خون اور گوشت اللہ کو نہیں پہنچتے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ جانور ذبح کرتے تو اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر چھڑکتے، انہیں دیکھ کر مسلمانوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا اس کے ہاں تقویٰ پہنچتا ہے، جس سے واضح ہے کسی بھی عمل میں قبولیت کے لئے اخلاص اور تقویٰ بنیادی صورتیں ہیں، دِلی اِخلاص ضروری ہے وہ عبادات جو اخلاص سے محروم ہوں وہ صرف صورت ہے شکل ہے روح غائب ہے۔

یہ بھی فرمایا گیا کہ ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھی جائے، دعا ذبح سے پہلے یا بعد میں مانگی جائے حضور ﷺ نے جانور ذبح کرنے کے بعد فرمایا، اے اللہ! اس قربانی کو محمد اور آل محمد اور اُمت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ ذبح کرتے وقت یہ کہے "باسم اللہ اللہ اکبر"۔ آیہ کریمہ کے آخر میں نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنانے کا حکم دیا گیا ہے، مناسک حج کرنے والوں کو اللہ کے فضل وکرم کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ

بے شک اللہ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا (۳۸) جن لوگوں سے قتال کیا جاتا ہے انہیں اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ

وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۳۹﴾
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ
حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا
دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ
وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ
كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ
إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۴۰﴾

صدق اللّٰہ العظیم

ان پر ظلم کیا گیا ہے، بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے (۳۹) جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور نہ کرتا تو راہبوں کی عبادت گاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے عبادت خانے اور جن مسجدوں میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو گرادیا جاتا اور جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا ہے بہت غلبہ والا ہے (۴۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ کفار کو خفیہ طریقہ سے قتل کریں تو آپ نے منع فرمادیا تو یہ آیہ نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مشرکین سے خود دفاع کرے گا اور ان کا بدلہ لے گا بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ خفیہ طریقہ سے کفار کو قتل کریں کہ یہ دھوکا ہوگا۔

اس آیہ کریمہ کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں کے دلوں میں ہمیشہ ایمان کو اُجاگر رکھے گا اور مشرکین ان پر کسی قسم کا غلبہ حاصل نہ کرسکیں گے، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلیل کے ساتھ مسلمانوں کی حفاظت کرے گا اور کوئی مشرک کسی مسلمان کو قتل نہیں کرسکے گا۔ ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفار پر غلبہ دے گا ''اُذن للذین'' کے ارشاد میں کفار سے جنگ کی اجازت دی گئی ہے یہ پہلی آیہ ہے جس میں جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔اس سے پہلے کفار کی سختیوں پر درگزر اور صبر کا حکم رہا اس کے نازل ہونے سے پہلی والی آیات جن میں صبر و درگزر کا حکم تھا منسوخ ہو گئیں۔

ابن زید فرماتے ہیں مشرکین کو معاف کرنے کا حکم دینے کے دس سال بعد یہ آیہ پاک نازل ہوئی، مسلمانوں کو کفار کے خلاف جنگ کی اجازت دینے میں یہ حکمتیں تھیں کہ اس حکم سے اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کو دور فرمارہا ہے اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو کفار مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر قبضہ کر لیتے۔اجازت میں یہ بھی حکمت ہے کہ کفار نے بلاوجہ مسلمانوں کو گھروں سے نکالا، انہیں صرف اس بناء پر نکالا گیا کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو مسلمان کسی عذر کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے ان سے جہاد کی مشقت کو مجاہد مسلمانوں کے سبب دور فرماتا ہے۔یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی وجہ سے بُروں کو بچا لیتا ہے، اعمال صالح کرنے والوں کے باعث بداعمال کو بچا لیتا ہے جیسے حدیث شریف میں آتا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا نیکی میں سبقت کرو اگر اللہ سے ڈرنے والے، نمازیں پڑھنے والے اور چرنے والے چوپائے نہ ہوتے تو تم پر آندھیوں کا عذاب آجاتا۔آیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں اور مسلمانوں کی مساجد ایک جگہ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے اگر اللہ ہر نبی کی شریعت میں بعض لوگوں کو بعض سے دور نہ رکھتا تو کسی نبی کے زمانہ میں عبادت گاہیں سلامت نہ رہتیں۔ یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں سے اس وقت تک مفسدوں کو دُور رکھا گیا جب تک وہ حق پر قائم تھے۔حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں بھی یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی گئی کہ وہ مشرکوں کی عبادت گاہیں نہ تھیں، اہل کتاب کی تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مفسدوں کو دور نہ فرماتا تو مساجد ویران ہو جاتیں۔آیہ مبارکہ میں ''الصوامع'' کا ذکر فرمایا گیا یہ عیسائیوں کی عبادت گاہیں ہیں، اور ''البیع '' کا ذکر ہے یہ یہود کی عبادت گاہیں ہیں اور ''صلوٰۃ '' یہ

صائبین کی عبادت گاہیں ہیں اور مساجد مسلمانوں کی۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے وہ طاقت والا ہے، غلبہ والا ہے۔ فرمایا گیا اللہ کی مدد اُسی کو ملتی ہے جو اس کے نام کو بلند کرتا ہے کفر کے اندھیروں میں توحید کی شمع روشن کرتا ہے ظلمت کدوں میں ایمان کی روشنی پھیلاتا ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾

صدق اللہ العظیم

وہ لوگ اگر ہم اُنہیں زمین میں غلبہ دیں تو وہ صحیح طور پر نمازیں ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور سارے کاموں کا انجام اللہ کیلئے ہے (۴۱) اور اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کیا تعجب) اس سے پہلے قوم نوح نے اور عاد و ثمود نے (۴۲) اور قوم ابراہیم نے اور قوم لوط نے (۴۳) اور مدین کے رہنے والوں نے (نبیوں) کو جھٹلایا تھا اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے (تو کچھ عرصہ) میں نے کفار کو مہلت دی جب وہ باز نہ آئے تو میں نے انہیں پکڑا (بتاؤ) وہ میرا عذاب کس قدر خوفناک تھا (۴۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس گروہ کی عظمت بیان فرمائی جارہی ہے جب یہ لوگ حکمران ہوتے ہیں تو مال و دولت جاہ انہیں رب سے دور نہیں کرتا۔ یہ اس حال میں بھی خدا کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ

دیتے ہیں نیکی کے احکام جاری کرتے ہیں، بُرے کاموں سے روکتے ہیں مال و دولت انہیں مغرور نہیں کرتے اس مال و جاہ کے ہوتے بھی یہ لوگ بارگاہ قدس میں نہایت عجز و انکساری سے رہتے ہیں خدا کی دی ہوئی دولت سے فقراء مساکین اور غرباء کو خوشحال رکھتے ہیں، ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمان راہنماؤں کو درس دیا جا رہا ہے کہ وہ کیسے حکمرانی کریں حسین زندگی گزارنے کا بہترین دستور دیا جا رہا ہے کسی بھی ملک کی دہشت گردی، قتل و غارت کو ختم کرنے، فقراء و مساکین کی حفاظت کیلئے حسین ترین دستور ہے۔ یہ آیہ مبارکہ خلفاء راشدین کے حق میں پیش گوئی ہے اور اس کا ظہور ہے اور یہ آیہ ہجرت مدینہ منورہ کے بعد اس وقت نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں کو کسی بھی جگہ حکومت واقتدار حاصل نہیں تھا اس خبر کے مصداق چاروں خلفاء راشدین تھے لوگوں کو بھی ہدایت ہے کہ انہیں اقتدار ملے تو خلفاء راشدین کی اتباع کریں۔

اس حسین دستور کے ذکر کے بعد حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اے محبوب کریم! اگر کفار و مشرکین نے آپ کو تکلیف دی ہے، جھٹلایا ہے تو آپ پریشان نہ ہوں ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور عاد و ثمود کی قوم نے تکذیب کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے اور لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی اور اصحاب مدین نے بھی تکذیب کی تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی گئی حالانکہ ان کی نبوت کی نشانیاں بہت واضح تھیں اور ان کے معجزات بڑے عظیم تھے اگر مشرکین نے آپ کی تکذیب کی ہے تو آپ غم نہ کریں اس کے بعد فرمایا میں نے ان جھٹلانے والوں کو اس وقت تک مہلت دی جو وقت ان پر عذاب دینے کیلئے میرے علم میں مقرر تھا پھر میں نے انہیں پکڑا پھر کیا ان کی نعمتوں کو مصیبتوں میں نہیں بدلا؟ کیا ان کی حیات کو موت سے نہیں بدلا؟ کیا ان کی آبادی کو کھنڈرات میں نہیں بدلا؟ اے محبوب! آپ کو کفار کی تکذیب پر صبر کرنا چاہئے اگر چہ یہ مرحلہ مشکل ہے مگر آپ تسلیم و رضا کے عنوان کو اپنائیں۔ پہلی قوموں پر کئی طرح کا عذاب آیا اور وہ کوئی قوم زمین میں دھنس گئی کسی پر پتھر برسے کسی کی شکلیں بدلیں، اللہ کا شکر ہے حضور ﷺ کی

اُمت پر اس قسم کا عذاب نہیں آیا کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں ایک وجہ یہ بھی فرمائی کہ " وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم" اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان میں عذاب بھیجے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

صدق اللہ العظیم

ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو ظالم تھیں اب وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور بہت سے غیر آباد کنویں اور بہت سے مضبوط محل (۴۵) کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جس سے یہ غور سے سنتے حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں اندھے ہو جاتے ہیں (۴۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں پچھلی اُمتوں کے واقعات بیان فرمائے گئے کہ لوگ اُن واقعات کو پڑھ سن کر عبرت حاصل کریں جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی وہ کس طرح برباد ہو گئے ان کی بستیاں کھنڈرات میں بدل گئیں، اونچے اونچے محل زمین بوس ہو گئے۔ ان کے کنوئیں خالی پڑے ہیں، مضبوط محلات برباد ہو گئے اللہ کے عذاب نے انہیں ملیامیٹ کر دیا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ نصیحت کے ساتھ دل کو زندہ رکھو، خدا کی یاد سے غافل نہ رہو، موت کی یاد سے دل کو عاجز بنائے رکھو اور فنا کے یقین سے اُسے صابر بناؤ، زمانے کے حالات واقعات سے اُسے عبرت دلاؤ، پہلے لوگوں کے واقعات سے بیدار رکھو اور یہ سوچو کہ پہلے مجرموں سے معاملہ کیا ہوا ان کی بدعقیدگی

نے انہیں کس طرح برباد کیا اور یہ یاد رکھو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں دل بھی اندھے ہوتے ہیں اور سب سے بُرا اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کافی ہے " شر العمیٰ عمی القلب " دل اندھا ہونا سب سے بڑا اندھا پن ہے۔ حالات وواقعات سے عبرت حاصل نہ کرنا بہت ہی بُرا عمل ہے، دل اندھا ہو جائے تو انسان نہ نصیحت پکڑتا ہے نہ عبرت حاصل کرتا ہے اور نہ ہی اس بندے کو خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں " افلم یسیروا " کے ارشاد سے زمین کی سیر وسیاحت کی طرف اشارہ ہے جبکہ عبرت کیلئے ہو " فتکون لھم قلوب " سے اس طرف اشارہ ہے کہ اقوام عالم کے حالات وکیفیات کا مشاہدہ انسان کو عقل وبصیرت عطا کرنے والا ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور یہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کررہے ہیں اور اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور بیشک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کی مثل ہے (۴۷) اور میں نے ایسی بہت سی بستیوں کو مہلت دی تھی جو ظالم تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (۴۸) آپ کہئے اے لوگو! میں تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں (۴۹)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں حضورﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب ! یہ کفار ومشرکین آپ سے کہتے ہیں اگرکوئی عذاب ہے تو اُسے جلدی لاؤ، دیر کیوں کر رہے ہواور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا کفار کا عذاب کیلئے جلد مطالبہ کرنا بتاتا ہے کہ حضورﷺ انہیں عذاب سے ڈراتے رہتے تھے کہ اگر تم نے بت پرستی نہ چھوڑی تو عذاب آئے گا۔اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب نہیں، دنیا کا عذاب ہے اور یہ عذاب جنگ بدر کی صورت میں آچکا۔

اس ارشاد کے بعد فرمایا گیا رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کی مثل ہے، یعنی ان کو جو آخرت میں عذاب دیا جائے گا اس کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر ہوگا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ جس دن ان سے حساب لیا جائے گا وہ اس قدر طویل ہوگا کہ ہزار دنوں کے برابر ہوگا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کے اعتبار سے ایک دن ہو یا ہزار سال کا ایک دن دونوں برابر ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ دنیا کے کم مقدار دنوں میں جلد عذاب بھیجنے کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ آخرت میں جو ان پر عذاب آئے گا وہ بہت لمبے دنوں میں آئے گا،اس کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ میں نے ایسی بہت سی بستیوں کو مہلت دی تھی جو ظالم تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اس سے مراد یہ ہے کہ کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جن کے کفر وظلم کے باوجود میں نے انہیں مہلت دی اور اُن سے عذاب کو مؤخر کیا اس مہلت سے انہوں نے دھوکہ کھایا اور اپنے ظلم پر ڈٹے رہے پھر میں نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور عذاب مسلط کر دیا۔محبوب آپ کہہ دیجئے میں تمہیں واضح طور پر ڈر سنانے والا ہوں،تمہاری سخت کلامی طنز ومزاح مجھے حق گوئی سے روک نہیں سکتا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾
وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَاۤ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا
نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ
فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾

صدق اللہ العظیم

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے (۵۰) اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب میں کوشش کرتے ہیں وہی دوزخی ہیں (۵۱) اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب بھی اس نے (کوئی اچھی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں شبہات ڈال کر رخنہ اندازی کی تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو زائل کر دیتا ہے پھر اللہ ہی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے (۵۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کیلئے مغفرت ہے اور عزت کا رزق ہے ایمان کے ذکر کے ساتھ عمل صالح کا ذکر بتاتا ہے کہ مومن کیلئے اچھے کام کرنا کس قدر ضروری ہے اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے عمل صالح کی قبولیت کیلئے ایمان کا ہونا بھی بڑا ضروری ہے کفار و مشرکین کے صدقات و خیرات اور اعمال صالحہ کی آخرت میں کوئی حیثیت نہ ہوگی کہ بنیادی شئی ایمان سے محروم رہے اُن کے ایسے کاموں کا صلہ انہیں دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔ نیک لوگوں کی مغفرت اور بہتر رزق کے بعد منکرین کا ذکر فرمایا گیا کہ سرکشی کرنے والے اور ہماری آیات کو جھٹلانے والے اور ایسے بُرے خیالات میں گم رہنے والے کہ وہ اپنی فاسد اور بیکار کوششوں سے حضور ﷺ اور آپ کے خدام کو عاجز کر

دیں گے یہی لوگ جہنمی ہیں ان کفار ومشرکین کے دنیا میں کئے گئے اچھے کارنامے بھی دوزخ سے بچا نہ سکیں گے۔آیہ مبارکہ میں'' وما ارسلنا من قبلك من رسول '' کا ترجمہ اعلی حضرت مولانا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کا نام تراجم میں حسین انداز سے ہے''اورنہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ نبی'' مگر یہ کہ جب پڑھا تو شیطان نے اپنی طرف سے اپنوں کیلئے بڑھا دیا ان کے پڑھنے میں تو میٹ دیتا ہے اللہ جو شیطان کا القاء ہے پھر مضبوط فرما دیتا ہے اللہ اپنی آیتوں کو۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا،عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضورﷺ نے سورۃ النجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔مسلمانوں نے تو اس لئے سجدہ کیا حضور سربسجود ہوئے،کفار ومشرکین نے اس لئے سجدہ کیا قرآن کریم میں ان کے بتوں کا ذکر آگیا ہے اور انہوں نے بھی سجدہ کرلیا۔اس تلاوت کے دوران شیطان نے یہ الفاظ کہلا دیئے'' تلك الغرانیق العلیٰ فان شفاعتھن لترتجی'' یہ بلند بانگ ہیں جن کی شفاعت کی مقبولیت متوقع ہے،یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کیا بعد میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ نے یہ کلمات پڑھے ہیں تو حضورﷺ رنجیدہ خاطر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہ بھیجا مگر(اس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا)جب اُس نے آیات تلاوت کیں تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ملائے کو منسوخ کر دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا۔

شان نزول کی اس روایت پر محققین نے سخت گرفت کی ہے اور اسے غلط قرار دیا ہے،امام محمد بن اسحاق سے اس کے متعلق جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا'' ھذا من وضع الزنارقہ '' یہ روایت بے دینوں کی گھڑی ہوئی ہے۔امام بیہقی فرماتے ہیں یہ قصہ صحیح نقل سے ثابت نہیں اور جن راویوں نے اسے نقل کیا ہے وہ سب مطعون ہیں۔ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت آیہ قرآنی''ما ضل صاحبکم وما غوی و

مـا ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحٰی کے خلاف ہے۔اس آیہ میں ارشاد ہے میرا محبوب نہ گمراہ ہوا نہ بھٹکا وہ تو اپنی خواہش سے بات ہی نہیں کرتا وہ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی ہوتی ہے۔امام فخر الدین رازی نے بھی اس روایت کی سخت تردید کی ہے۔ابوعبداللہ قرطبی نے احکام القرآن میں اس روایت کی سخت تردید کی ہے فرماتے ہیں ’’کلها باطل لا اصل له‘‘ یہ ساری باتیں باطل ہیں ان کا کوئی اصل نہیں۔فرماتے ہیں چونکہ یہ روایت ضعیف ہے اس کی تاویل کی ضرورت ہی نہیں۔علامہ آلوسی فرماتے ہیں’’ حضـرة الرسالة برئية من مثل هذه الروايه ‘‘(روح المعانی)

قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی نے سخت غیرت کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور فرمایا اس سختی میں مجھے اللہ عظیم اجر دے گا فرماتے ہیں شیطان کی کیا مجال کہ سرچشمہ ہدایت کو گدلا سکے۔اصل واقعہ صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ نے مجمع عام میں یہ سورۃ پڑھی اور اس میں آیہ سجدہ آنے کی وجہ سے سجدہ آخر میں کیا تو تمام حاضرین سجدہ میں گر پڑے اور ایسا ہونا ممکن بھی ہے، کفار اس لئے سجدہ میں گر گئے کہ آیہ مبارکہ حضور ﷺ تلاوت فرمائیں تو لوگ بے ساختہ سجدے میں گر جائیں۔

اس مشہور روایت سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں کہ شیطان کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے مشابہہ ہو جو ناممکن ہے، حدیث شریف میں ہے شیطان حضور ﷺ کی شکل نہیں بن سکتا تو اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز کے مشابہہ کیسے ہو سکتی ہے۔شیطان سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا تو جاگنے والے پر اشتباہ کیسے ڈال سکتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

صدق اللہ العظیم

تا کہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو ان لوگوں کیلئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہو چکے ہیں بے شک ظالم لوگ بہت دور کی مخالفت میں ہیں (۵۳) اور جو اہل علم ہیں ان کو یہ جان لینا چاہئے کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے حق ہے پس وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں اور بے شک اللہ ایمان والوں کو ضرور صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے (۵۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں دو گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ایک تو وہ طبقہ جن کے دل بیمار ہو چکے ہیں یہ منافقین ہیں کہ ان کے دلوں میں شکوک وشبہات کی بیماری ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں ان سے مراد کفار ہیں۔ شیطان نے ان کے دلوں میں مختلف شبہات ڈالے اور گمراہ کیا مثلاً قرآن مقدس نے دوزخ میں شجرۃ الزقوم کا ذکر کیا تو یہ وہم ڈالا، آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ منافقین ان شبہات پر اسلام کے خلاف سازشیں کریں گے اور کفار ہٹ دھرمی سے کام لیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اہل علم کو جان لینا چاہئے، قرآن حکیم رب کی طرف سے حق ہے وہ اس پر ایمان لائیں ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں آخر میں فرمایا اللہ ایمانداروں کو سیدھی راہ کی طرف چلا دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس کے متعلق ہمیشہ شک میں ہی رہیں گے حتی کہ ان پر اچانک قیامت آ جائے یا ان کے پاس بے رحم دن کا عذاب آ جائے (۵۵) اس دن صرف اللہ کی حکومت ہو گی، وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں گے (۵۶) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی انہی لوگوں کیلئے ذلت والا عذاب ہے (۵۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر کفار ہمیشہ شک میں رہیں گے اگر انہیں قیامت تک کی لمبی زندگی دی جائے تو بھی اسلام اور قرآن مجید کے بارہ میں شکوک وشبہات میں مبتلا رہیں گے وہ ہمیشہ شک میں رہیں گے ان پر قیامت ٹوٹ پڑے یا بے رحم دن کا عذاب آ جائے۔ اس دن کو عقیم اس لئے کہا گیا کہ کفار اس دن میں کسی قسم کی راحت اور کسی قسم کا آرام نہیں پائیں گے۔ عقیم کا معنی بانجھ ہے اس دن کو بانجھ کہنے کا معنی یہ ہے کہ یہ دن ان کیلئے منحوس ہو گا کوئی تدبیر کام نہ آئے گی ہر کوشش الٹی پڑے گی ہر اُمید مایوسی میں تبدیل ہو جائے گی۔

آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا اس دن صرف اللہ کی حکومت ہو گی اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور ایمان والوں کیلئے نعمت والی جنتیں ہوں گی اور ہماری آیات کو جھٹلانے والوں کیلئے درد ناک عذاب ہو گا۔ ''الملک'' سے مراد قیامت کا دن ہے اور وہی جزا وسزا کا دن ہے اس دن ایمانداروں کو

اجر دیا جائے گا اور کفار کو سزا ہوگی ۔ان دونوں آیات مبارکہ میں ایمانداری کی جزا اور کفار کی سزا کا ذکر ہے۔
ایمانداروں کیلئے فی جنت النعیم اور کفار کیلئے "فاولئك لهم عذاب مهين " کا ارشاد بتاتا ہے ایمانداروں کا جنت میں جانا اللہ کے خاص فضل وکرم سے ہے اور کفار کا دوزخ میں جانا ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔ یہ عنوان حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ کو بھی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بھی مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ڈھانپ لے۔
آیہ کریمہ سے واضح ہورہا ہے کفار کو قیامت تک کی لمبی عمر بھی مل جائے تو بھی وہ شک میں ہی رہیں گے اور اس دن انہیں ایمان لانا ان کیلئے مفید نہ ہوگا ایسے ہی کسی کو موت کے وقت ایمان لانا بھی مفید نہیں ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿٦٠﴾

صدق اللہ العظیم

جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ جہاد میں قتل کر دیئے گئے یا طبعی طور پر فوت ہو گئے تو اللہ انہیں ضرور بہترین رزق عطا فرمائے گا اور بیشک اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے (۵۸) اور انہیں ضرور ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً سب کچھ جاننے والا بڑا بُردبار ہے (۵۹) یہ یاد رکھو جس نے بدلہ لیا جتنی اُسے تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائیگا بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے (٦٠)

تفسیر

پچھلی دو آیات مبارکہ میں مومن و کافر، ایمان اور کفر کا ذکر تھا ان کی جزاوسزا کا بیان تھا، اس آیہ مبارکہ میں مومنین کے ایک خاص طبقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، اعزاء واقرباء سے علیحدگی اختیار کی، میدان جنگ میں شہید ہوئے یا اپنی طبعی موت فوت ہو گئے ان کے بارہ میں فرمایا گیا کہ انہیں بہترین رزق دیا جائے گا کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت عثمان ابن مظعون اور حضرت ابوسلمہ مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تو کچھ لوگوں نے کہا اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے والا اس سے افضل ہے جو طبعی موت فوت ہوا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جو اللہ کی راہ میں شہید ا ہوا یا طبعی موت مرا اللہ دونوں کو بہتر رزق عطا فرمائے گا دونوں کا عظیم درجہ ہے۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا اور اللہ کی راہ میں فوت ہونے والا دونوں عظیم ہیں۔ ان مقدس لوگوں پر دوسرے عظیم فضل کا ذکر فرمایا، انہیں ایسی جگہ میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یہ جگہ ایسی بے مثال لاجواب ہوگی اس جگہ جیسی جگہ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی اور نہ ہی ان نعمتوں کے بارہ میں کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان نے تصور کیا ہوگا۔

اگلی آیہ مبارکہ ''ذالك ومن عاقب'' کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا طریقہ ہے مظلوم اور کمزور کی مدد کرتا ہے مسلمان چونکہ کمزور ہیں مظلوم ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا آخر کار وہی کامیاب وکامران ہوں گے۔ ومن عاقب سے شروع ہونے والی آیہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، رجب شروع ہونے سے دو دن پہلے مشرکین کا مسلمانوں سے ٹکراؤ ہو گیا، انہوں نے آپس میں کہا مسلمان حرمت والے مہینوں میں جنگ کو مکروہ جانتے ہیں سوانہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، مسلمان ثابت قدم رہے اور اللہ نے مشرکین کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی پھر حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں خطرہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرمائی کہ جتنی اُسے تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۙ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةًؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾

صدق اللہ العظیم

یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے(٦١) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ مشرکین اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ بہت بلند نہایت بڑا ہے(٦٢) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز ہوگئی بے شک اللہ لطف کرنے والا خبر رکھنے والا ہے(٦٣) اُسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے اور تعریف کیا ہوا ہے(٦٤)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ اللہ مظلوم کی مدد پر قادر ہے اس کی قدرت کے نشانات یہ ہیں کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور یہ کام بہت بڑی قوت کا کام ہے اور جو رات اور دن میں تصرف فرماتا ہے وہ مصیبت زدہ کی مدد پر بھی قادر ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا معنی یہ ہے کہ جب اندھیرا چلا گیا تو روشنی آگئی اور جب روشنی چلی گئی تو اندھیرا آ گیا یہ معنی بھی کیا گیا کبھی رات بڑی ہے تو دن چھوٹا ہو گیا اور کبھی دن بڑا ہے تو رات چھوٹی ہوگئی کہ دن رات کی تعداد

کم کرتا ہے یہی معنی ہے ایک دوسرے میں داخل ہونے کا پھر ارشاد فرمایا یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور مشرکین اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اپنے کمال قادر ہونے کی ایک دلیل فرمائی کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز ہوگئی وہ بہت لطف فرمانے والا خبر رکھنے والا ہے۔ پانی آسمان سے اُتارا اور زمین میں سبزہ، غلہ، پھل پیدا کئے جس سے انسانوں حیوانوں کی زندگی وابستہ ہے جب اللہ مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو کائنات کو بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ آخری آیہ مبارکہ میں فرمایا کہ زمین و آسمان کی ملکیت اُسی کی ہے وہی بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں کا مستحق وہی ہے اور وہ کسی کی تعریف کرنے سے بھی مستغنی ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

صدق اللہ العظیم

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے نفع کیلئے مسخر کردیں اور اس کے حکم سے سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اور وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مگر اس کی اجازت سے بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا ہے بہت مہربان ہے (٦٥) وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا بے شک انسان بہت ناشکرا ہے (٦٦)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں رب قدوس جل مجدہ نے اپنی قدرت، قوت اور حکومت کا ذکر فرمایا کہ وہ آسمانوں

سے پانی اُتارتا ہے زمین کو سرسبز کرتا ہے زمین و آسمان کی حکومت اُسی کیلئے۔ اس آیہ مبارکہ میں اپنے بندوں پر انعامات کا ذکر ہے اور احسانات کا اُنہیں اپنی کمال شفقت اور کمال رحمت کا ذکر فرمایا ہے کہ دیکھو اللہ نے زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ دریاؤں میں اس کے حکم سے کشتی چلتی ہے اُسی کی قدرت کاملہ ہے کہ اُس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے مگر اس کے حکم سے ایسا ہوسکتا ہے اللہ اپنے بندوں پر مہربانی فرمانے والا ہے اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا رب قدوس نے تمہارے لئے سخت سے سخت بڑی سے بڑی شی کو مسخر کیا، پتھر پہاڑ بڑے وزنی مگر تمہارے تابع لوہا وزنی مگر تمہارے تابع آگ سخت گرم جلا دینے والی مگر تمہارے تابع طاقتور جانور تمہارے تابع تم ان پر سواری کرتے ہو، بوجھ لادتے ہو، اونٹ گھوڑا کتنے طاقتور مگر کمزور آدمی بھی قابو رکھتا ہے۔ ہاتھی، شیر چیتا خونخوار طاقتور مگر انسانوں کے تابع، دریا و سمندر میں کشتیاں تمہارے تابع جہاں چاہتے ہو جدھر چاہتے ہو کشتیوں کو لے جاتے ہو تم پر ہمارے رحم کا یہ عالم ہے کہ آسمان جیسی بڑی اور مضبوط شی کو تم پر گرنے سے روک رکھا ہے جب اللہ اجازت دے گا تو آسمان بھی گر جائے گا۔

اگلی آیہ پاک میں مزید کرم کا ذکر فرمایا گیا کہ تم اپنے وجود پر غور کرو پانی کے ایک قطرے سے تمہیں حیات بخشی پھر موت دی پھر زندگی دے کر تمہارے لئے آخرت کی نعمتوں کا دروازہ کھول دیا ان انعامات کے باوجود انسان ناشکرا ہے اُسے چاہیئے تھا کہ وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا مگر اس کے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔ قرآن مقدس نے فرمایا ''وقلیل من عبادی الشکور '' میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہیں شکر اس قدر بہت بڑی نعمت ہے، ارشاد ہوتا ہے اگر تم میری نعمتوں پر شکر کرو گے تو میں ان نعمتوں میں زیادتی کردوں گا اگر ناشکری کرو گے تو میری گرفت سخت ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾

صدق اللہ العظیم

ہم نے ہر اُمت کیلئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں تو انہیں اس میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اور آپ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دیں بیشک آپ ضرور سیدھی راہ پر ہیں (٦٧) اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیں کہ اللہ تمہارے معاملات کو خوب جانتا ہے (٦٨) اور اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو (٦٩) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک یہ سب ایک کتاب میں مرقوم ہے بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے (٧٠)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ہم نے ہر اُمت کیلئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت گزارتے ہیں ان لوگوں کو آپ سے جھگڑنا نہیں چاہئے۔ ''منسک'' کے کئی معنی کئے گئے ہیں، ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ لفظ قربانی کے جانوروں کے لئے مخصوص ہے، عبادت کی ادائیگی کیلئے جو جگہ خاص ہو اُسے بھی منسک کہتے ہیں یہ لفظ شریعت اور عبادت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ حج کے ارکان کو بھی مناسک کہا گیا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ''خذوعنی مناسککم'' مجھ سے حج کے ارکان کا علم حاصل کرو۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، جب کفار نے کہا مسلمان جس جانور کو ذبح کر دیتے ہیں اُسے کھا لیتے ہیں اور جو جانور اپنی طبعی موت مر جائے اس سے نفرت کرتے ہیں تو حکم نازل ہوا، محبوب آپ اللہ کی عبادت کا جو طریقہ اختیار کریں اس پر کسی کو اعتراض کیوں ہے؟ ہر رسول کو اس کی قوم کے مخصوص حالات کے پیش نظر ایک نظام شریعت دیا گیا ہے آپ کو بھی ایک دستور دیا گیا ہے کسی کو مناسب نہیں کہ آپ سے جھگڑا کرے اور فساد پر اُترے۔ آپ اپنے طریقہ پر کام کرتے رہیں اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ آیہ کریمہ میں فرمایا، محبوب وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں اللہ تمہارے حالات کو بہتر جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن تمہارے معاملات کا فیصلہ کرے گا۔ حضور علیہ السلام سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ ان کی بے تکی بحث و تمحیص سے پریشان نہ ہوں ان سے الجھاؤ میں نہ پڑھیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے معاملات کو طے کر دے گا جن میں اختلاف کرتے ہیں۔

اگلی آیہ پاک میں ارشاد ہے کیا تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور سب کچھ اللہ پر آسان ہے کہ یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا گیا ہے کہ کون سزا کا مستحق ہے کون نہیں اور یہ کتاب لوح محفوظ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ اس میں ہر چھوٹی بڑی شئی لکھی جا چکی ہے۔ کتاب سے مراد قرآن پاک لے لیا جائے تو بھی ٹھیک ہے کہ اس میں بھی ہر رطب و یابس کا ذکر ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور یہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی (جن کے معبود ہونے کا) انہیں خود بھی علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۷۱) اور جب ان پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو آپ کفار کے چہروں پر ناگواری پہچان لیتے ہیں لگتا ہے کہ وہ ہماری واضح آیات تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر بیٹھیں گے آپ کہئے کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ بری خبر دوں وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کفار سے وعدہ کیا ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے (۷۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کی بت پرستی کی مذمت کی جارہی ہے کہ مشرکین کا بتوں کی پرستش کرنا ان کی کھلی جہالت ہے اس سلسلہ میں ان کے پاس قطعی کوئی دلیل نہیں بلکہ محض باپ دادا کی اندھی تقلید ہے ان کی یہ عبادت قطعی باطل ہے اور اندھی تقلید کی کوئی حقیقت نہیں، یہ لوگ ظالم ہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوتے ہیں گویا حملہ کرنے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہیں۔ایمانداروں پر جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ بے حد خوش ہوتے ہیں جب کفار پر تلاوت کی جاتی ہیں تو انہیں ناگوار گزرتی ہیں اور تلاوت کرنے والوں پر حملہ کا منصوبہ کر بیٹھتے ہیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! انہیں بتا دیں اس سے بھی زیادہ بری خبر یہ ہے کہ قیامت کے دن تمہارے لئے جہنم کی آگ ہے اور یہ جہنم تمہارے لئے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ فرمایا گیا تمہاری اس تکلیف سے تمہارے لئے بڑی تکلیف جہنم کی آگ ہے تمہارا یہ شر چھوٹا ہے وہ مصیبت بڑی ہے آج تم کو تلاوت ناگوار ہے قیامت کو تمہیں وہ ناگوار ہوگا۔

آیہ مبارکہ میں بتوں کی پرستش کو باطل ہونا فرمایا گیا ہے اور بتوں کی کمزوری اور عجز کو بتایا گیا ہے ان کے اپنے اندر کسی قسم کی ہمت نہیں کہ اپنے سے کسی تکلیف کو دور کردیں، دوسروں کے متعلق کیا کر سکتے ہیں ۔بعض لوگ اللہ کی توحید اُسے وحدہٗ لاشریک ماننے میں زیادتی کر جاتے ہیں کہ بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو انبیاء، اولیاء پر چسپاں کر کے اور اپنی تبلیغ کا حق ادا کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں یہ تبلیغ کا حق نہیں انبیاء و اولیاء کی توہین ہے اور قرآن حکیم کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ تبلیغ کا یہ طریقہ کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا، یہ طریقہ خارجیوں کا ہے یا ملحدین کا ہے، کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مومنین کے حق میں چسپاں کرنا پرلے درجے کی بدعقیدگی ہے، اللہ محفوظ فرمائے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے غور سے سنو بے شک جن معبودوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو یہ تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں اگر ان سے کوئی چیز مکھی بھی چھین لے تو اُسے بھی مکھی سے نہیں چھڑا سکتے کس قدر بے بس ہے طالب اور کس قدر بے بس ہے مطلوب (۷۳) انہوں نے اللہ کی قدر

اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

نہ پہچانی جیسے قدر پہچاننے کا حق تھا بے شک اللہ بڑا طاقتور ہے اور سب پر غالب ہے (۷۴) اللہ تعالیٰ پیغام پہچانے کیلئے فرشتوں سے چن لیتا ہے اور انسانوں سے بھی بعض کو رسول بے شک اللہ سب کچھ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے (۷۵) وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور سارے معاملات اللہ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے (۷۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی احمقانہ حرکت کی ایک مثال سے وضاحت ہے، کہ یہ بت جن کو تم اپنا معبود جانتے ہو، محبوب رکھتے ہو، کارساز سمجھتے ہو یہ تو ایسے بے بس ہیں کہ ایک مکھی جیسی حقیر شی کو بھی نہیں بنا سکتے، پیدا کرنا تو بڑا کام ہے یہ تو مکھیوں سے اپنی چیز کو ہی نہیں بچا سکتے تم اپنی حماقت سے کھانے پینے کی اشیاء ان کے سامنے رکھتے ہو وہ مکھیاں کھا جاتی ہیں جو اپنی شی کو مکھیوں سے نہیں بچا سکتے وہ تمہیں آفت سے کیسے بچالیں گے۔ طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں ایک معنی یہ ہے کہ بت طالب ہیں مکھی مطلوب ہے دوسرا معنی یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والا طالب ہے اور خود بت مطلوب ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا، بت جو محض مجبور ہیں کمزور ہیں اُنہیں اللہ کی عبادت میں شریک بنا لیا اور اللہ قوی ہے اس پر کوئی کام کرنا مشکل نہیں، وہ قادر ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: کعب بن اشرف اور کعب بن اسد یہودیوں نے کہا کہ اللہ آسمان و زمین بنانے کے بعد تھک گیا پھر وہ لیٹ گیا اور

ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر آرام کیا (معاذ اللہ) تو یہ آیہ کریمہ ان کے رد میں نازل ہوئی۔ قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اُن کے اس غلط نظریہ کی اس طرح تردید کی" وما مسنا من لغوب "ہمیں تھکاوٹ نے مس تک نہیں کیا۔ اگلی آیہ پاک میں فرشتوں کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے یہاں پر ان فرشتوں کو رسول بنانے کا ذکر ہے جنہیں بنی آدم کی طرف رسول بنایا گیا۔ اور وہ بڑے فرشتے ہیں جیسے حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام اور یہ بعض رسول ہیں اور جس آیہ کریمہ میں ذکر ہے" جاعل الملائکۃ رسلا "اس سے مراد باقی تمام فرشتے ہیں جو ایک دوسرے کی طرف رسول ہیں انسانوں میں سے بھی رسولوں کا انتخاب فرماتا ہے، اللہ بہت سننے والا ہے اور بہت دیکھنے والا ہے جو کچھ یہ کہتے ہیں سنتا ہے جو کچھ کرتے ہیں دیکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ (۷۷) اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن میں تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ پس تم نماز

الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾

قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو وہی تمہارا مالک ہے کیسا اچھا مالک ہے کیسا اچھا مددگار ہے (۷۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں مشرکین کی بت پرستی کی مذمت کا ذکر فرمایا گیا کہ جن بتوں کو پوجتے ہو وہ تو مکھی بنانے پر بھی قادر نہیں۔ اس آیہ پاک میں ایمانداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے برحق سچے خدا کی عبادت کریں جو پوری کائنات کا مالک ہے۔ اور اس کی ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کائنات کی ہر شئ گواہی دیتی ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ ’’ و فی کل شی له آیه تدل علی انه واحدٌ ہر شئ میں دلیل ہے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رکوع وسجود کریں اس ارشاد میں نماز کا حکم ہے اس سے پتہ چلتا ہے مومن کیلئے نماز کا پڑھنا کس قدر ضروری ہے۔ آگے ارشاد ہے اپنے رب کی عبادت کرو، حالانکہ نماز بھی تو بہترین عبادت ہے ’’واعبدوا‘‘ فرما کر تاکید کی جارہی ہے کہ نماز کی پابندی ہو اور صرف نماز پر ہی اکتفاء نہ ہو بلکہ اللہ کا ہر حکم مانا جائے۔ ’’واعبدوا‘‘ کے ارشاد میں حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی حکم ہے کہ ایمان کی تکمیل اسی صورت میں ہے کہ اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حق بھی ادا کئے جائیں۔ رکوع وسجود اور عبادت کے حکم کے بعد تیسرا حکم یہ دیا جارہا ہے کہ ہمیشہ اچھے مفید کام کرو کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس ارشاد میں وہ سب کام شامل ہیں جو دین و دنیا کی بہتری کیلئے ہوں اور قوم و ملت کیلئے فائدہ مند ہوں اور یہ کام اللہ کی ساری مخلوق کیلئے نفع بہتری اور خیر وبرکت کا سبب ہوں۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ایک اور چوتھا حکم سنایا جارہا ہے کہ جو بہت ہی بڑا اور اہم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں پوری پوری کوشش کرو جیسے حق ہے ایسی کوشش جہاد کے بارہ میں دوسری جگہ ارشاد ملتا

ہے" من جاھد فینا لنھدینھم سبلنا " جو ہمارے لئے کوشش کرتا ہے ہم اُسے راہیں دکھا دیتے ہیں۔ دشمن کے مقابلہ میں ہر ممکن کوشش کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ یہ بھی جہاد ہے، شیطان سے مقابلہ یہ بھی جہاد ہے اور اپنے نفس کے خلاف کوشش کرنا یہ بھی جہاد ہے۔ نفس نیکی سے روکتا ہے نیکی کرو، برائی کی ترغیب دیتا ہے، اس سے رُک جاؤ۔ صوفیاء کے نزدیک یہ بڑا جہاد ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے" جاھدوا اھوائکم کما تجاھدون اعدائکم" جس طرح تم اپنے ظاہری دشمنوں سے جہاد کرتے ہو اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو، تمہیں یہ ہدایات اور ارشادات اس لئے ہیں کہ اس نے تمہیں اپنے لئے چن لیا ہے اور یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ حق کی پاسبانی کا شرف تمہیں بخشا ہے، تمہارے لئے فخر ہے کہ تم اس کے پسندیدہ ہو جب ایمانداروں پر یہ کرم ہے تو انہیں بھی اس اعزاز کی لاج رکھنی چاہئے، اس بڑے اہم کام کو سرانجام دینے کیلئے حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ دین کے کام میں کوئی ایسی صورت نہیں کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے تمہاری ترقی رک جائے گی، اس کا سمجھنا آسان ہے، ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ دینی کام کرو گے تو مشکلات میں، پھنس جاؤ گے ایسا ہرگز نہیں، دین کی تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دین کی راہ میں مشکلات برداشت کرنا آسان اور لذیذ ہو جاتا ہے دل میں حلاوت ایمان پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ دین کوئی نئی شئی نہیں، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اُس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور یہ نام قرآن مقدس سے پہلے تجویز کیا ہے جیسے ارشاد ہے" ربنا واجعلنامسلمین " ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتاتی ہے کہ یہ نام آپ کا منتخب کردہ ہے۔

اطاعت کیلئے گردن جھکا دینا اسلام ہے اگر اس سلسلہ میں کوئی شہادت مطلوب ہو تو دیکھو میرے محبوب کا وجود مسعود واضح اور کھلی گواہی ہے اب اُن کا ہر سانس حقانیت کی گواہی دے رہا ہے، ایمان والو تمہیں بھی چاہئے کہ اپنے کردار سے حق کی گواہی دو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر اسلام کے دامن رحمت میں آنے کو فخر سمجھیں، تمہیں اپنے کو ایسا ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نماز کی باقاعدگی کرو، زکوٰۃ کی ادائیگی کرو،

اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور پھر یہ یقین کرلو اللہ تمہارا بہتر کارساز ہے اور بہتر مدد فرمانے والا ہے۔
آیہ مبارکہ کے آخری حصہ ” واعتصموا باللّٰہ “ کا معنی یہ ہے کہ قرآن وسنت کے ساتھ تمسک کرو، ان کو ہر حال میں لازم پکڑو جیسے حدیث شریف میں ارشاد ہے ” من تضلو ا ما تمسکتم بھما “ تم جب تک ان دونوں کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سورۂ حج کی تفسیر مکمل ہوئی
اللہ کرے زندگی میں باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل ہو

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ